وسوسے کا علاج

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا یَزَالُ النَّاسُ یَتَسَآءَ لُوْنَ حَتّٰی یُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا فَلْیَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ لوگ پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ کہا جائے گا یہ مخلوقات تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اور اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ پس جو شخص اس میں سے کچھ پائے تو اسے چاہیے کہ وہ کہے: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔“ [متفق علیہ]

فائدۃ: یعنی میں اس چیز پر ایمان لایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کہا کہ وہ قدیم ہے اور ایک ہے، پس وساوس دور کرنے کے لیے اعوذ کے بعد درج بالا دعا پڑھے۔

دین کے بنیادی اصول⑥

اصول نمبر 4...... وَتَرْكُ الْمِرَاءِ وَالْجِدَالِ وَالْخُصُوْمَاتِ فِي الدِّيْنِ ۔

''دین میں جھگڑا، جدال (حجت بازی) اور مقابلہ بازی سے اجتناب کرنا۔''

شرح: یہ تینوں الفاظ ایک ہی معنی پر بولے جاتے ہیں، یا قریب المعنی ہیں۔ اَلْمِرَاءُ مِرْيَةٌ سے مشتق ہے۔ لسان العرب میں (مرا) کے تحت لکھا ہے: کسی چیز میں جھگڑا کرنے سے مراد اس میں شک کرنا ہے۔ کتاب اللہ میں منقول ہے:

﴿ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا۔ ﴾ [سورہ کھف:۲۲]

''آپ ان کے بارے میں صرف ظاہری (سرسری) طور پر بحث کریں۔''

لغت میں اس کا بنیادی معنی جھگڑا ہے۔ یعنی آدمی اپنے مناظرے میں اپنے مدمقابل سے ایسی بات اور مفہوم نکلوائے جو جھگڑے کا سبب ہو۔

سائب بن عبداللہ مخزومی سے مروی ہے: وہ نبی ﷺ کے ساتھ اسلام سے پہلے کسی کام میں شریک تھے، کہتے ہیں: آپ ﷺ دھوکہ دیتے نہ جھگڑا کرتے۔

[سنن ابو داؤد، ح: ٤٨٣٦، سنن ابن ماجه، ح: ٢٢٨٧، مسند احمد، ٣/ ٤٢٥]

نبی ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔''

[مسند احمد، ۲/ ۲۸٦۔ ابوداؤد، ح: ۴٦۰۳۔ صحیح ابن حبان، ح: ۱۴۷۳۔ مستدرک حاکم، ح: ۲۲۳۲]

یعنی ایسا جھگڑا اور نزاع جس سے شکوک وشبہات پیدا ہوں۔

لیکن یہاں جس جھگڑے کا ذکر ہے یہ دین کے تمام معاملات کو شامل ہے: تقدیر، انسانی افعال، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور ان کے معانی میں جھگڑا، اسی طرح غیبی امور میں یعنی عذاب قبر اور اس کے بعد کے مختلف مراحل وغیرہ میں جھگڑا۔

اہل السنۃ کا طریقہ یہ ہے کہ جو مسئلہ واضح ہو وہیں رک جاتے ہیں، یہ بدعتیوں کے ساتھ جھگڑتے ہیں نہ غیبی امور میں کوئی نزاع پیدا کرتے ہیں، ہاں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتلایا اسی پر اکتفاء کرتے ہیں، یہی ان کے عقائد کا خلاصہ ہے، اور وہ دلیل کی بنیاد پر گفتگو کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

فہرست

انصاف کا چراغ......تھپیڑوں کی زد میں

اداریہ — حافظ احمد شاکر

اصحابِ بصیرت، اہل دانش اور تجزیہ نگار بہت دنوں سے جس نازک گھڑی کے آ جانے کے خطرے کا اظہار کر رہے تھے ایوان صدر سے ججوں کی تعیناتی اور اس آرڈر کو ججز کے قبول نہ کرنے سے خاکم بدہن وہ گھڑی آ ہی گئی یا آنے کے قریب ہو رہی ہے۔ یعنی عدلیہ کے محترم اراکین نے برسوں سے ٹیڑھی جس دیوارِ عدل کو سیدھا کرنے کی ۱۶ دسمبر کو کوشش کی تھی، افسوس کہ اس سے حکم رانوں کی جبینیں شکن آلود ہو گئیں۔ منصفوں نے انصاف کا جو چراغ جلانے کی سعی مشکور کی تھی، حکم رانی کی بادِ صرصر کے تھپیڑے اس بجھانے کے درپے نظر آ رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تاہم ہمارے خیال میں عدلیہ نے فوری طور پر عدالت لگا کر صدارتی حکم کی تنسیخ کا فیصلہ کر کے وطن عزیز کو ہنگامی صورت حال یا ناگہانی حالات سے بچانے کا دانش مندانہ قدم اٹھایا ہے۔ متاثرہ فریق جو چاہے سمجھے اور تعبیر کرے لیکن ریکارڈ اور تاریخ شاہد ہے کہ عدلیہ کے اب تک کے فیصلوں کو انتقامی تو کجا جذباتی بھی نہیں کہا جا سکتا کہ جذبات سے عدل مجروح ہو جاتا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ان محترم ججز نے اس دانش مندانہ قدم سے تاریخ میں اپنا نام ثبت کر دیا ہے۔ عدالتوں نے تو انصاف کرنا ہوتا ہے، نفاذ انتظامیہ نے کرنا اور انصاف کو تحفظ محافظ یعنی فورسز دیا کرتی ہیں۔

عدل کے مقابلہ میں ظلم آتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے کہ کفر کی حکومت تو رہ سکتی ہے ظلم کی نہیں۔ اس میں بھی شاید کوئی دوسرے رائے نہ ہو کہ عدل کے آڑے ہمیشہ حکم ران ہی آتے ہیں کہ عدل حکم رانوں کو وارے ہی نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا محافظ تو ہے ہی ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وطن عزیز اور اس کے رہنے والوں کو بھی اپنے حفظ وامان میں رکھے، عدلیہ جس راہ انصاف پر رواں ہو چکی ہے آنے والے دنوں میں اس کے لیے یہ راہ اور بھی کھٹن ہونے کا خدشہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عدلیہ کو راہِ حق وانصاف پر استقامت بخشے۔

حقیقت یہ ہے کہ عدلیہ کو آزمائش میں ڈالنے والے اصل میں سیاست دان ہی ہوتے ہیں جو اپنے اقتدار بلکہ متوقع اقتدار سے ہی انصاف میں رخنے ڈالنے کی سعی نامشکور کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہمارا خیال ہے کہ حکم رانوں اور بیوروکریٹس سے زیادہ سیات دانوں کی تربیت ہونی چاہیے اور ان پر انصاف لاگو کر کے ان کو انصاف کا عادی بنانا چاہیے۔ نیز عدلیہ صرف انصاف کرنے پر ہی کفایت نہ کرے بلکہ حالیہ دانش مندانہ وجرأت مندانہ عمل یعنی فوری عدالت اور فوری فیصلہ کی طرح از خود نوٹس لینے کے امکانات کو وسعت دیتے ہوئے قانون میں ایسی وضاحتیں داخل کر دے کہ عدالت کو اپنے مقام ومرتبہ کے مطابق انصاف کر کے ان پر عمل درآمد کرانے کی قوت وقدرت بھی اسی طرح حاصل ہو جس طرح عدالت قانون کے مطابق فیصلہ لکھنے میں خود مختار ہے۔ سیاست دان خواہش کے باوجود انصاف میں غالباً بہت ہی کم اثر انداز ہو سکتے ہوں گے ہاں البتہ وہ فیصلے کے نفاذ میں یعنی انتظامیہ پر مؤثر ہو کر تنفیذ میں تاخیر کرواتے رہتے ہیں۔ حکم ران چوں کہ پولیس سے ذاتی امور کی انجام دہی نیز جماعتی مفادات اور تمتع حاصل کرتے ہیں اس لیے اپنے متوقع اقتدار سے پولیس کو ڈرا دھما کر اپنے ناجائز کام کرواتے رہتے ہیں جس وجہ سے حکم ران بھی پولیس کے ممنون احسان ہوتے ہیں اور سیاست دان بھی۔ ممکن ہے جس سے پولیس کے بعض ملازمین بھی اپنا الو سیدھا کر لیتے ہوں۔

ہماری یادداشت کے مطابق ۱۶ دسمبر کے فیصلے میں (این۔آر۔او) کیسز کھل جانا تو نمایاں بات تھی ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض ''غیر اہم'' جزئیات بھی تھیں۔ جو بنیادی طور پر اسراف وتبذیر کی روک تھام کی مختلف تجاویز تھیں۔ جن میں بے جا دفتری اخراجات، وزراء کے بیرونِ ملک دوروں

کے کچھ قواعد، حکمرانوں کے بیرونی سفروں اور ہم سفروں پر کچھ ملاحظات، وزراء اور پارلیمانی کمیٹیوں کے سیکرٹریوں، قائمہ کمیٹیوں کے چیئرمینوں، اپوزیشن لیڈروں، اسمبلی ممبران اور سرکاری افسران کے ملکی وغیر ملکی سفروں کے علاوہ مختلف مدات میں غیر محدود سہولتوں کی بجائے ان کے لیے الاؤنسز کی تعیین جیسے بچت کے مفید مشورے، اور شاہ بلکہ فضول خرچیاں روکنے کی کارآمد تجاویز بھی تھیں۔

ججز کی تعیناتی کی آڑ میں این۔آر۔او کے فیصلے کو گول مول اور غتر بود ہونے پر بھی گہری نظر رکھنی چاہیے کہ حکومتیں اور حکمران عموماً اہم مسئلہ کو نسبتاً غیر اہم مسائل کی اوٹ میں ذہنوں سے چھپانے کے غیر معمولی حربے جانتے ہیں۔

ان گزارشات سے مراد یہ ہے کہ عدلیہ کی موجودہ آزادیٔ رائے کی روش تب ہی نتیجہ خیز ہوگی جب انتظامیہ عدلیہ کے فیصلوں پر مخلصانہ عمل درآمد کرائے گی۔ اب عدلیہ کو چاہیے کہ اپنے احکام پر عمل درآمد کے لیے انتظامیہ کو سیاسی دباؤ سے مکمل تحفظ مہیا کرے اور سیاست دانوں کو اس سے باز رکھنے کے لیے قانون سازی کرے۔

پاکستان کے آئین میں قرآن وحدیث کو سپریم لاء یعنی بالاتر قانون کا مرتبہ دیا گیا ہے عدالت اپنے فیصلوں خصوصاً خلاف شرع اعمال وافعال کو ''امن عامہ میں خلل'' کی علت......قانونی شق......کی بجائے قرآن وحدیث کی روشنی میں ان غیر شرعی اعمال وافعال کو غیر قانونی قرار دینے کی جرأت مومنانہ کی وضاحت سے عدلیہ اگر فیصلے صادر کرنے شروع کردے تو یہ ان شاء اللہ وطن عزیز کے لیے خیر وبرکت اور ملکی استحکام کی طرف مثبت پیش رفت ہوگی۔

نیازمندوں کے خدشے اور............

حالیہ جمہوری حکومت وجود میں آتے ہی میاں برادران نے سسٹم بچانے کی راگنی تو الاپنی شروع کر دی تھی جو دھیمی سروں میں چلتی رہی۔ کبھی کبھار یہ دھن پکار کا روپ بھی دھار لیتی تھی لیکن این۔آر۔او کے عدالتی فیصلے کے بعد اس کا ردھم مزید مدھم ہونے لگ گیا تھا۔ ایسے ہی این۔آر۔او کے فیصلے پر پاکستانی عوام نے جس مسرت واطمینان کا اظہار کیا تھا میاں صاحبان کی طرف سے اس فیصلے پر عوامی تائید میں کسی جوش وخروش کی بجائے قانون کی عملداری کے جذبے کا اظہار ہی ہوتا رہا۔ اسی طرح ایوان صدر سے ججز کی تعیناتی کے آرڈر اور اس پر سپریم کورٹ کے فوری وقانونی بند باندھنے پر بھی میاں صاحبان کچھ شرمائے شرمائے اور لجائے لجائے سے بیانات دے رہے ہیں۔ جس وجہ سے ان سے اچھا گمان رکھنے والے لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال آنے لگا ہے کہ میاں صاحبان کو ہمدردی دین وملک سے ہے یا اپنے مفاد واقتدار سے؟ اس سے ''امداد باہمی'' کا خدشہ پہنچنے کا اندیشہ بھی خارج از امکان نہیں۔ اور یہ خیال بھی ان کے ذہن میں کلبلانے لگتا ہے کہ میاں صاحبان یہ سیاسی بیانات بھی کہیں چشم یار کی شہ پا کر تو نہیں دیتے؟ ان کے نیازمند یہ خواہش رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ میاں صاحبان دین کی سربلندی، پاکستان کے استحکام اور وطن عزیز کے اقتصاد کے لیے اقتدار سمیت کسی قربانی سے کنی نہ کترائیں اور نہ کسی ایثار سے گریز کریں۔ وہ توقع رکھتے ہیں کہ میاں صاحب اس نازک موقعہ پر ایسا فیصلہ کریں گے کہ جس سے وطن عزیز میں قانون کی حکمرانی ہو، امن ہو، استحکام ہو اور وطن عزیز کی سیاست ومعیشت صحیح راستہ پر گامزن ہو جائے اور یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہوگا جب اپنے وطن کے فیصلے وطن میں ہوں، اور وہ فیصلے اہل وطن کریں، ہمارے حکمران اب اغیار کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے ربّ کریم کے حضور جھک جائیں۔ وطن عزیز کی زبوں حالی کی طرف توجہ کریں، عوام کے افلاس کی طرف دیکھیں۔ مہنگائی روکنے پر غور کریں اگر موجودہ حکمرانوں، اپوزیشن لیڈروں اور سیاسی راہ نماؤں نے ہر پاکستانی کی مذکورہ بالا ضروریات کا خیال نہ کیا تو پھر ربّ رحیم وقدیر تو بہرصورت اپنی مخلوق پر رحم کرنے کے لیے اپنے کسی اور بندے کو تو لے ہی آئے گا۔ وما ذلك على الله بعزيز

درسِ قرآن

سورۃ البقرۃ ④

...... اردو ترجمہ ......

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ (م: ۱۲۳۰ھ)

...... حواشی ......

①......احادیث التفاسیر (حضرت مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ۔ م: ۱۳۳۰ھ)

②......احسن الفوائد (مولانا ڈپٹی سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔ م: ۱۳۳۸ھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ
الْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (٢٤) وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا
مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ
مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (٢٥) اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ
مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ
وَ مَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ (٢٦) الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ
مِيْثَاقِهٖ ۠ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي
الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (٢٧) كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ (٢٨) هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ
اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ (٢٩) وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ
خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ
نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا

''پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کر سکو گے تو آگ سے بچو جس کی چھپٹیاں آدمی اور پتھر ہیں، منکروں کے واسطے تیار ہے۔ (۱) اور ان کو خوشی سنا جو یقین لائے اور نیک کام کیے کہ ان کے باغ ہیں، ❶ ان کے نیچے ندیاں بہتیں، جس بار ان کو وہاں کا کوئی میوہ کھانے کو ملے کہیں یہ وہی ہے جو ہم کو آگے ملا تھا، اور ان کے پاس وہ ایک طرح کا آئے گا، اور ان کی وہاں ستھری عورتیں ہیں، ❷ اور ان کو وہاں ہمیشہ رہنا۔ ❸ (۲) اللہ کچھ نہیں شرماتا کہ ایک مچھر کی یا اس سے اوپر کوئی مثال بیان کرے، پھر جو یقین رکھتے ہیں سو جانتے ہیں کہ وہ ان کے ربّ کا کہا ٹھیک ہے، اور جو منکر ہیں سو کہتے ہیں اللہ کو اس مثال سے کیا غرض تھی، اس سے گمراہ کرتا ہے بہتیرے اور اس سے راہ پر لاتا ہے بہتیرے، اور انہیں کو گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔ ❹ جو اللہ کا اقرار مضبوط کیے پیچھے توڑتے ہیں، اور جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی، توڑتے ہیں، اور ملک میں فساد کرتے ہیں، انہیں کو نقصان آیا۔ (۳) تم اللہ سے کس طرح منکر ہو، اور تم مردے تھے پھر اس نے تم کو جِلایا، پھر تم کو مارتا ہے، پھر جِلائے گا، پھر الٹے اسی پاس جاؤ گے۔ وہی ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے واسطے بنایا پھر چڑھ گیا آسمان کو، تو ان کو ٹھیک کیا سات آسمان اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ اور جب تیرے ربّ نے فرشتوں کو کہا ❺ مجھ کو زمین میں ایک نائب بنانا ہے (۴) بولے کیا تو اس

تَعْلَمُوْنَ (۳۰) وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى
الْمَلٰٓئِكَةِ لا فَقَالَ اَنْۢبِــُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۳۱)
قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ
الْحَكِيْمُ (۳۲) قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ج فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ م
بِاَسْمَآئِهِمْ لا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ لا وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (۳۳) وَاِذْ قُلْنَا
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ق وَ
كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (۳٤) وَ قُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ
وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۳۵) فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا
فِيْهِ ص وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (۳٦) فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ
عَلَيْهِ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۳۷) قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ (۳۸) وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۳۹) ﴾

میں رکھے گا جو شخص وہاں فساد اور خون کرے ❻ اور ہم تیری خوبیاں پڑھتے ہیں اور تیری ذاتِ پاک کو یاد کرتے ہیں کہا جو تم نہیں جانتے مجھ کو معلوم ہے۔(۵) اور آدم کو سارے نام سکھائے پھر وہ فرشتوں کو دکھائے کہا مجھ کو ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ بولے تو سب سے نرالا ہے ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا تو ہی اصل دانا، پختہ کار ہے۔ کہا اے آدم! ان کو ان کے نام بتا دے پھر جب اس نے ان کے نام بتا دیئے فرمایا میں نے نہ کہا تھا تم کو مجھ کو آسمان وزمین کے پردے معلوم ہیں اور جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو معلوم ہے۔(٦) اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا آدم کو سجدہ کرو پس سجدہ کیا مگر ابلیس نے قبول نہ رکھا اور تکبر کیا اور وہ منکروں میں سے تھا۔(۷) اور ہم نے کہا اے آدم تو اور تیری عورت جنت میں بس، اور اس میں سے جس جگہ چاہو محظوظ ہو کر کھاؤ اور اس درخت کے نزدیک نہ جاؤ پھر تم بے انصاف ہو گے۔ پھر ان کو شیطان نے اس سے ڈگایا پھر ان کو وہاں سے جس آرام میں تھے نکالا اور ہم نے کہا تم سب اُترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور زمین میں تم کو ایک وقت تک ٹھہرنا اور کام چلانا ہے۔ پھر آدم نے اپنے ربّ سے کئی باتیں سیکھ لیں پھر اس پر متوجہ ہوا برحق معاف کرنے والا مہربان وہی ہے۔ ❼ ہم نے کہا تم سارے یہاں سے اُترو پھر تم کو کبھی میری طرف سے راہ کی خبر پہنچے تو جو کوئی میرے بتائے پر چلا ان کو نہ ڈر ہو گا اور نہ غم۔ اور جو منکر ہوئے اور ہماری نشانیاں جھٹلائیں وہ دوزخ کے لوگ ہیں وہ اسی میں رہ پڑے۔(۸)

احادیث التفاسیر

(ف ۱): عن انس رضی الله عنه قال تلی رسول الله ﷺ هذه الاية ﴿وقودها الناس والحجارة﴾ فقال ((او قد عليها الف عام حتى احمرّت والف عام حتى ابيضّت والف عام حتى اسودّت فهى سوداء مظلمة لا يطفأ لهبها))قال وبين يدى رسول الله ﷺ رجلٌ اسود فهتف بالبكاء فنزل جبرئيل عليه السلام فقال من هذا الباكى بين يديك قال رجلٌ من الحبشة واثنى عليه معروفا قال ((فان الله عزوجل وعزتى وجلالى وارتفاعى فوق عرشى لا تبكى عين عبد فى الدنيا من مخافتى الا اكثرت ضحكها فى الجنة))

[رواه البيهقى والاصبهانى ترغيب: ۵۹٦]

یعنی ''انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آیت ﴿وقودها الناس والحجارة﴾ پڑھی پھر فرمایا کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس دھونکایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی، ایک ہزار برس تک اور دھونکایا گیا تو وہ سفید ہوگئی، ایک ہزار برس تک اور دھونکایا گیا وہ سیاہ ہوگئی۔ پس اب وہ سیاہ اندھیری ہے اور اُس

کی لپیٹ کسی وقت کم نہیں ہوتی اُس وقت آپ کے سامنے ایک حبشی شخص بیٹھا تھا یہ سن کر بے قرار رونے لگا۔
جبرائیل نازل ہوئے اور پوچھا کہ یہ رونے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا حبشہ کا رہنے والا ایک شخص ہے اور اُس کی نیک بختی کی تعریف کی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھ کو اپنی عزت، جلال اور عرش پر بلند ہونے کی قسم ہے نہیں روئے گی بندے کی آنکھ دنیا میں میرے ڈر سے مگر زیادہ کروں گا میں ہنسنا اُس کا جنت میں۔ یعنی دنیا میں جو کوئی میرے عذاب سے ڈر کر روئے گا اُس کو جنت کا عیش اور خوشی بخشوں گا۔''

احسن الفوائد

❶: بہشتیں کل سات ہیں جن کے نام یہ ہیں: جنت الفردوس، نعیم، عدن، دارالسلام، دارالخلد، جنت الماوی، علیون۔

❷: اس سے مراد یہ ہے کہ جنت کی عورتیں ظاہر کی آلودگی سے جیسے حیض ونفاس، اور باطن کی آلودگی جیسے کج خلقی وبدزبانی سے پاک وصاف ہوں گی۔

❸: یعنی جنت کے ہر میوے کا مزا جدا ہے، اگر چہ صورت ملتی ہو۔ صورت دیکھ کر جانیں گے کہ وہی قسم ہے جو کھا چکے ہیں اور جو چکھیں گے تو مزا جدا پائیں گے۔ [موضح]

اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں ایک فصل کا میوہ صرف موسم پر میسر آتا ہے جنت میں یہ حالت نہ ہوگی بلکہ ہر قسم کا میوہ بلا قید موسم ملے گا۔

احادیث التفاسیر

(ف ۲): عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ((غدوة فی سبیل الله او روحة خیر من الدنیا وما فیها ولو ان امرأة من نساء اهل الجنة اطلعت علی الارض لا ضاء ت ما بینهما ولملأت ما بینهما ریحا ولنصیفها علی رأسها خیر من الدنیا وما فیها)) [ص:٤٨٧]

یعنی ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ایک صبح یا ایک شام اللہ کی راہ میں مصروف ہونا تمام دنیا اور اُس کے مال سے بہتر ہے۔ اور اگر ایک عورت جنت کی عورتوں میں سے دنیا کی طرف جھانکے تو تمام دنیا روشن ہو جائے اور زمین و آسمان کا درمیان سب خوشبو سے معطر ہو جائے۔ جنت والی عورت کی ایک اوڑھنی تمام دنیا اور اس کے تمام مال سے زیادہ قیمت کی ہے۔''

یہ جو فرمایا کہ جنت کے میووں کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہ بھی وہی ہے جو ہم کو آگے ملا تھا اس کا یہ مطلب ہے کہ بعض میوے صورت میں یکساں ہوں گے اور مزے اُن کے جدا جدا ہوں گے۔ [موضح]

احسن الفوائد

❹: قرآنِ شریف میں کہیں مکڑی کی کہیں مکھی کی مثال فرمائی ہے اس پر کافر عیب پکڑتے تھے کہ ان چیزوں کا ذکر کرنا اللہ کی شان نہیں۔ یہ کلام اُس کا ہوتا تو ایسی (اشیاء) مذکور نہ ہوتیں اس پر یہ آیتیں (نازل) فرمائیں۔

کفار قرآنِ شریف پر طعن کیا کرتے تھے کہ اس میں مچھر مکھی وغیرہ ایسی حقیر چیزوں کا ذکر ہے جن کی حقارت کے سبب سے اُن چیزوں کے ساتھ کسی شے کی تمثیل لانی شرم کی بات ہے پھر ہم اس کلام کو کلام الٰہی کیوں کر مان لیں؟ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اُس طعن کا اِس آیت میں جواب دے دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بہ نسبت اللہ کے سب مخلوقات حقیر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے تمثیل کے طور پر جس ادنی یا اعلیٰ چیز کا ذکر فرمائے مخلوق ہونے میں وہ سب برابر ہیں اس ذکرِ تمثیلی میں طعن کا کرنا موجب نافہمی ہے۔

احادیث التفاسیر

(ف۳): یہودیوں نے قرآنِ مجید میں مکھی، مکڑی، بارشیں اور بجلی وغیرہ سن کر کہا کہ یہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تو اس میں ایسی حقیر چیزوں کی مثال بیان نہ ہوتی، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

ہر چیز پر قادر ہے اور ہر ادنی اور اعلیٰ چیز میں اُس کی کمال قدرت کا نمونہ ہے۔ پس جس چیز کی مثال چاہے بیان کرے ہر حال میں اُس کی شان اعلیٰ و برتر ہے اُس کو ایسی مثالوں سے کچھ بٹہ نہیں لگتا۔

[لباب،ص:۹،۱۰مصری]

احسن الفوائد

❺: اس آیت سے پہلے دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیست سے ہست کرنے اور روئے زمین کی تمام چیزوں کو انسان کی ضرورتوں کے لیے پیدا کرنے کا ذکر بطور نعمت اور احسان کے لیے فرما کر اِس آیت میں یہ تیسری بڑی نعمت ذکر فرمائی ہے، جس کا بہت بڑا احسان ہر ایک انسان کو ماننا چاہیے کہ اُس کی حالتِ ہستی سے پہلے ہی اُس کا ذکر خیر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں فرمایا ہے۔[ابن کثیر]

احادیث التفاسیر

(ف۴): یہ تیسری نعمت کی گنتی ہے اوّل یہ کہ ﴿ کنتم امواتا ﴾ یعنی مردے سے تم کو زندگانی بخشی۔ دوسری نعمت ﴿ خلق لکم ما فی الارض ﴾ یعنی جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لیے بنایا ہے۔ تیسری نعمت ﴿ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ﴾ یعنی تم کو زمین میں حکومت اور ریاست دی۔

خلیفہ کے یہ معنی (ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کے حکم احکام لوگوں کو پہنچائے اور لوگوں کے جھگڑے (اور) مقدمے فیصل کرے (نیز) برے کاموں سے اُن کو منع کرے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلے اس زمین پر جنات بستے تھے جب اُن کو نافرمانی اور فساد کی وجہ سے فرشتوں کی معرفت مار دھاڑ کر دریاؤں پہاڑوں وغیرہ کی طرف نکال دیا تب آدم علیہ السلام کی ریاست اور آبادی اس میں ہوئی اس لیے اُن کو خلیفہ کہا گیا یعنی جانشین۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ آدم علیہ السلام سے دو ہزار برس پہلے جنات آباد تھے۔

احسن الفوائد

❻: حضرت آدم کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے اُنہوں نے طرح طرح کے فساد کیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ایک گروہ کو جنوں کی تنبیہ کے لیے زمین پر بھیجا اُن فرشتوں نے جنات کو مار کر جزیروں میں نکال دیا۔ اب بنی آدم کی پیدائش کا حال سن کر فرشتوں نے اُسی قیاس پر یہ بات کہی تھی کہ جنات کی طرح بنی آدم بھی زمین میں فساد پھیلائیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابن مسعود سے ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ بات جتلا دی تھی کہ بنی آدم جو زمین پر پیدا کیے جاتے ہیں وہ زمین میں فساد بھی پھیلائیں گے۔ اُس پر فرشتوں نے وہ بات کہی تھی اور فرشتوں کی وہ بات کچھ اعتراض کے طور پر نہیں تھی کیوں کہ اللہ کے خلاف مرضی وہ کوئی بات کہنے سے معصوم ہیں صرف پیدائش بنی آدم کی حکمت دریافت کرنے کے لیے انہوں نے وہ بات کہی تھی۔[ابن کثیر]

احادیث التفاسیر

(ف۵): یہ بات کہ ''بنی آدم دنیا میں فساد کریں گے'' فرشتوں کو اس سے خیال میں آئی کہ کھنکھناتی مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ پس اُس میں حرارت و برودت وغیرہ اجتماع ضدات ہیں پس وہ ایک حال پر نہیں رہ سکتا۔

یا لفظ خلیفہ سے سمجھ گئے کیوں کہ (یہ لفظ) مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے ہوتا ہے اور مقدمات کے فیصلہ کی تب ہی ضرورت ہوتی ہے جب کہ اختلاف اور جھگڑا ہو۔

لیکن یہ بات فرشتوں نے اعتراض کے طور پر نہیں کہی بلکہ اُن کو یہ شبہ واقع ہوا کہ اس فرقہ کے ضعیف اور گنہگار ہونے کے باوجود ان کو خلافت کا مرتبہ دینے میں کیا حکمت ہے اور ان کو اس منصب کے ملنے کی کیا لیاقت ہے اس شبہ کے رفع کرنے کو یہ بات کہی تھی۔

(ف۶): اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کی بزرگی فرشتوں پر علم کی وجہ سے ظاہر فرمائی۔ یعنی مقابلے کے وقت فرشتوں سے چیزوں کے نام نہ بتائے گئے اور آدم علیہ السلام نے بتائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اُن کی اولاد کے، اور سب جانوروں کے

نام بتائے اور سب چیزوں کے یہاں تک کہ دیگچی اور رکابی اور ہر چھوٹی بڑی چیز کا۔

زمع نے کہا کہ فرشتوں کے نام۔

ابن کثیر نے کہا کہ سب چیزوں کے نام، اُن کے کام اور فائدے سب سکھائے گئے تھے۔

(ف ۷): ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات ہلاک کرنے کو جو فرشتے بھیجے تھے اُن کا سردار ابلیس کو کیا تھا، یہ عبادت بہت کرتا تھا اور ایک جنت کی دربانی اس کو مل گئی تھی۔ جنات کو مار کر نکال دینے پر اس کو غرور ہوا کہ میں نے بہت بڑا کام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو فرشتوں سے فرمایا﴿ انی اعلم ما لا تعلمون ﴾ یعنی میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے وہ بھی شیطان کا غرور مراد ہے۔

چناں چہ وہ سجدے کے حکم کے وقت ظاہر ہو گیا جب آدم علیہ السلام کا جسم بنایا گیا چالیس روز تک پڑا رہا ابلیس آتا اور اُس کو ٹھوکر مارتا کبھی اُس کے اندر گھس کر نکلتا اور کہتا تو کس کام کے لیے بنایا گیا ہے۔ اگر میں تجھ پر غالب ہوا تو تجھ کو برباد کروں گا اور جو تو مجھ پر غالب ہوا تو تیری نافرمانی کروں گا جب اللہ تعالیٰ نے اُس جسم میں روح پھونکی جہاں تک بدن میں روح جاتی گوشت اور خون پیدا ہوتا جاتا۔ جب روح ناف تک پہنچی بدن کو دیکھ کر خوش ہوئی اٹھنا چاہا مگر اٹھ نہ سکا جب سارے بدن میں روح آئی تب چھینک آئی۔ الحمد لله ربّ العالمین کہا یہ کہنا اللہ تعالیٰ کے الہام سے تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرحمك الله ۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا ابلیس نے نہ کیا، تکبر کیا۔ پس اللہ پاک نے اُس کو ہر طرح کی خیر سے محروم کر دیا اور راندہ درگاہ بنا دیا۔

احسن الفوائد

❼: یعنی آدم کے دل میں اللہ نے کئی لفظ ڈال دیئے اُس طرح پکارا تو بخشا گیا وہ لفظ سورۂ اعراف میں ہیں۔ [موضح]

احادیث التفاسیر

(ف ۸): اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اُس کے رسولوں اور اُس کی کتابوں کے حکم پر چلیں سوائے اس کے نجات اور سلامتی کی اور کوئی سبیل نہیں ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ سب سے یہی سوال کرے گا کہ دنیا میں تمہارے پاس رسول اور کتابیں پہنچیں تھیں یا نہیں، چناں چہ سورہ انعام کے چھٹے رکوع میں ہے:

﴿ یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی وینذرونکم لقاء یومکم هذا ﴾

یعنی ’’اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو سناتے تھے تم کو آیتیں میری اور ڈراتے تھے تم کو اس آج کے دن کی ملاقات سے۔‘‘

وعن ابن عباس مرفوعاً انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابدا کتاب الله وسنة نبيه ۔

یعنی ’’فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق میں چھوڑے جاتا ہوں تمہارے پاس ایسی چیز کہ جب تک اس پر مضبوط اور پکے رہو گے تب تک کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ کیا ہے اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کا طریقہ۔‘‘



درسِ حدیث

توفیق الباری

" **الادب المفرد** " **للبخاری** کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسھیل: **حافظ محمد اشرف سعید** (نیوکرول شالامار باغ۔ لاہور)

٥١٢۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: مَا مِنْ مَرَضٍ یُصِیبُنِیْ، أَحَبُّ إِلَیَّ مِنَ الْحُمّٰی، لِأَنَّهَا تَدْخُلُ فِیْ کُلِّ عُضْوٍ مِنِّیْ، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یُعْطِیْ کُلَّ عُضْوٍ قِسْطَهُ مِنَ الْأَجْرِ۔ [صحیح الإسناد]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے کوئی مرض بخار سے زیادہ پسند نہیں کیوں کہ بخار میرے ہر عضو میں داخل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اجر میں سے اس کا حصہ عطا کرتا ہے۔''

٥١٣۔ عَنْ أَبِیْ نُخَیْلَةَ قِیْلَ لَهٗ: أُدْعُ اللّٰهَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ انْقُصْ مِنَ الْمَرَضِ وَلَا تَنْقُصْ مِنَ الْأَجْرِ، فَقِیْلَ لَهٗ: أُدْعُ أُدْعُ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَاجْعَلْ أُمِّیْ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنَ۔ [صحیح الإسناد]

''حضرت ابونخیلہ سے کہا گیا اللہ سے دعا کرو تو کہا اے اللہ میرے مرض کو کم کر دے لیکن اجر میں کمی نہ کرنا پھر ان سے کہا گیا تو کہا اے اللہ مجھ کو مقربین سے بنا دے اور میری ماں کو حور عین بنا دے۔''

٥١٤۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ: قَالَ لِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَلَا أُرِیْكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْتُ: بَلٰی، قَالَ: هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ، أَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّیْ أُصْرَعُ، وَإِنِّیْ أَتَکَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ لِیْ، قَالَ: «إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ یُعَافِیَكِ؟ » فَقَالَتْ: أَصْبِرُ، فَقَالَتْ: إِنِّیْ أَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِیْ أَنْ لَا أَتَکَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا۔

[صحیح البخاری: ٧٥، المرضی: ٦، ومسلم: ٤٥، البر والصلة والأدب، ح: ٤٣]

''حضرت عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس نے مجھ سے کہا کیا میں تجھے اہل جنت سے ایک عورت نہ دکھاؤں میں نے کہا ہاں ضرور دکھاؤ کہا یہ کالے رنگ کی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تھی اس نے کہا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں برہنہ ہو جاتی ہوں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں آپ نے فرمایا اگر تو صبر کرے تو تیرے لیے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعا کروں وہ تجھے شفا دے۔ اس نے کہا میں صبر کروں گی میں حالت مرگی میں برہنہ ہو جاتی ہوں آپ میرے لیے دعا کریں میں برہنہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی۔ آپ کی دعا کی برکت کی وجہ سے پھر وہ برہنہ نہیں ہوئی۔''

دوسری روایت میں آیا ہے۔ حضرت عطاء نے کہا میں نے ام زفر اس دراز قد سیاہ فام عورت کو کعبہ کی سیڑھی پر دیکھا ہے۔

٥١٥۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ: « مَا أَصَابَ الْمُؤْمِنَ مِنْ شَوْکَةٍ فَمَا فَوْقَهَا فَهُوَ کَفَّارَةٌ »

[صحیح مسلم: ٤٥۔ البر والصلة والأدب، ح: ٤٦ و ٤٧ و ٤٨، فیه طریق أخری]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: مومن کو کوئی کانٹا نہیں چبھتا یا اس سے (زیادہ تکلیف) وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔''

۵۱۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ‹‹مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُشَاكُ شَوْكَةً فِي الدُّنْيَا يَحْتَسِبُهَا إِلَّا قُضِيَ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ›› [صحيح]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں ہے کوئی مسلمان کہ اس کو کوئی کانٹا چبھے دنیا میں اور وہ اجر کی امید رکھے لیکن یہ اس کی خطاؤں کا قیامت کے دن بدلہ ہوتا ہے۔''

۵۱۷۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَقُوْلُ: ‹‹مَا مِنْ مُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ، وَلَا مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمَةٍ، يَمْرَضُ مَرَضًا إِلَّا قَضَى اللّٰهُ بِهٖ عَنْهُ مِنْ خَطَايَاهُ›› [صحيح]

''حضرت جابر نے مرفوع بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں ہے کسی مومن مرد اور مومن عورت یا مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو کوئی بھی مرض لاحق ہو اللہ تعالیٰ اس مرض کے سبب اس کی خطاؤں کو کم کر دیتا ہے۔''

بَابُ: هَلْ يَكُوْنُ قَوْلَ الْمَرِيْضِ: "إِنِّيْ وَجِعٌ" شِكَايَةً؟

باب: بیمار کا خود کو بیمار کہنا شکوہ میں شمار ہے

۵۱۸۔ عَنْ اَبِيْ هِشَامٍ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ عَلٰى أَسْمَاءَ، قَبْلَ قَتْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بِعَشْرِ لَيَالٍ، وَأَسْمَاءُ وَجِعَةٌ، فَقَالَ لَهَا عَبْدُ اللّٰهِ: كَيْفَ تَجِدِيْنَكِ؟ قَالَتْ: وَجِعَةٌ، قَالَ: إِنِّيْ فِي الْمَوْتِ، فَقَالَتْ: لَعَلَّكَ تَشْتَهِيْ مَوْتِيْ؟ فَلِذٰلِكَ تَتَمَنَّاهُ؟ فَلَا تَفْعَلْ، فَوَ اللّٰهِ مَا أَشْتَهِيْ أَنْ أَمُوْتَ حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَيَّ أَحَدُ طَرَفَيْكَ، أَوْ تُقْتَلَ فَأَحْتَسِبَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَظْفُرَ فَتَقَرَّ عَيْنِيْ، فَإِيَّاكَ أَنْ تُعْرَضَ عَلَيْكَ خُطَّةٌ فَلَا تُوَافِقُكَ فَتَقْبَلُهَا كَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ۔ وَإِنَّمَا عَنَّى ابْنُ الزُّبَيْرِ لِيُقْتَلَ فَيُحْزِنُهَا ذٰلِكَ۔ [صحيح الإسناد]

''حضرت ابو ہشام اپنے والد عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن زبیر ابن زبیر کے قتل سے دس دن پہلے کی بات ہے۔ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے جب کہ وہ بیمار تھیں عبداللہ نے کہا آپ کی طبیعت کیسی ہے کہا مجھے تکلیف ہے۔ عبداللہ نے کہا مجھے موت درپیش ہے۔ حضرت اسماء نے کہا شاید تو مرنا چاہتا ہے اس لیے تو موت کی تمنا کرتا ہے ایسا نہ کرو اللہ کی قسم میں نہیں چاہتی مجھے موت آئے، جب تک کہ میں دو چیزوں میں سے ایک چیز نہ دیکھ لوں یا تو تو قتل ہو جائے میں اجر کی امید کروں یا تو کامیاب ہو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ خبردار موت کے ڈر سے کسی ایسی تجویز کو ہرگز قبول نہ کرنا جس پر تیرا دل مطمئن نہ ہو۔ عبداللہ کے دل میں خدشہ تھا میں قتل ہو جاؤں گا تو میری والدہ کو صدمہ ہوگا۔''

۵۱۹۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مَوْعُوْكٌ، عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ، فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ فَوَجَدَ حَرَارَتَهَا فَوْقَ الْقَطِيْفَةِ، فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: مَا أَشَدَّ حُمَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ‹‹إِنَّا كَذٰلِكَ، يَشْتَدُّ عَلَيْنَا الْبَلَاءُ وَيُضَاعَفُ لَنَا الْأَجْرُ›› فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: ‹‹الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ، وَقَدْ كَانَ أَحَدُهُمْ يُبْتَلٰى بِالْفَقْرِ حَتّٰى مَا يَجِدُ إِلَّا الْعَبَاءَةَ يَجُوْبُهَا فَيَلْبَسُهَا، وَيُبْتَلٰى بِالْقُمَّلِ حَتّٰى يَقْتُلَهٗ، وَلَأَحَدُهُمْ كَانَ أَشَدَّ فَرَحًا بِالْبَلَاءِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِالْعَطَاءِ!›› [صحيح، وهو في سنن ابن ماجه، برقم: ۲۰۲۴]

''حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ کو سخت بخار تھا آپ کے اوپر ہلکی سی چادر تھی میں نے چادر کے اوپر سے آپ کے جسم پر ہاتھ رکھا اور بخار کی شدت چادر کے اوپر سے محسوس کی۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو بہت سخت بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہمارا یہی حال ہے ہم پر

سخت بلائیں نازل ہوتی ہیں اور اجر بھی دگنا دیا جاتا ہے۔ ابوسعید کہتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ کے رسول کون لوگ سب سے زیادہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انبیاء، اس کے بعد صالحین، انبیاء میں سے ایک نبی فقر میں مبتلا ہوئے یہاں تک ایک چادر کے سوا کچھ نہ تھا اسی کو کاٹ کر پہن لیتے۔ کپڑوں میں جوئیں اس قدر ہوئیں کہ جوؤں نے ان کو مار ڈالا۔ یہ لوگ آزمائش سے اس قدر خوش ہوتے تھے جتنا کہ تم بڑے سے بڑا عطیہ ملنے سے بھی نہیں خوش ہوتے۔''

باب: عِيَادَةِ الْمُغْمٰى عَلَيْهِ

بے ہوش آدمی کی عیادت کرنے میں

۵۲۰۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: مَرِضْتُ مَرَضًا فَأَتَانِيَ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُنِيْ - وَ أَبُوْبَكْرٍ - وَهُمَا مَاشِيَانِ، فَوَجَدَانِيْ أُغْمِيَ عَلَيَّ، فَتَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ صَبَّ وَضُوْءَهُ عَلَيَّ، فَأَفَقْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ أَصْنَعُ فِيْ مَالِيْ ؟ أَقْضِيْ فِيْ مَالِيْ؟ فَلَمْ يُجِبْنِيْ بِشَيْءٍ حَتّٰى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيْرَاثِ ۔ [صحيح البخاری:۷۵۔ المرضی:۲۱۔ مسلم:۲۳۔ الفرائض، ح:۵ و ۸]

''حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ بیمار ہو گیا رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر پیدل چل کر میری عیادت کو آئے انہوں نے مجھے بے ہوش پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے وضو کر کے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا میں ہوش میں آ گیا تھا تو آپ کو اپنے پاس پایا میں نے عرض کیا اللہ کے رسول میں اپنے مال کا کیا کروں میرے مال کے متعلق حکم دیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ آیت میراث نازل ہوئی۔''

بَابُ: عِيَادَةِ الصِّبْيَانِ

بچوں کی عیادت کے بیان میں

۵۲۱۔ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ صَبِيًّا لِابْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثَقُلَ، فَبَعَثَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ وَلَدِيْ فِي الْمَوْتِ، فَقَالَ الرَّسُوْلُ: ((اِذْهَبْ فَقُلْ لَهَا: إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ)) فَرَجَعَ الرَّسُوْلُ فَأَخْبَرَهَا، فَبَعَثَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَمَّا جَآءَ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ مِنْهُمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الصَّبِيَّ فَوَضَعَهُ بَيْنَ ثَنْدُوَتَيْهِ، وَلِصَدْرِهِ قَعْقَعَةٌ كَقَعْقَعَةِ الشَّنَّةِ، فَدَمَعَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ سَعْدٌ: أَتَبْكِيْ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: ((إِنَّمَا أَبْكِيْ رَحْمَةً لَهَا، إِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْحَمُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الرُّحَمَآءَ)) [صحيح البخاری: ۲۳۔ الجنائز:۳۲۔ مسلم:۱۱۔ الجنائز، ح:۱۱]

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی ایک بیٹی کا بچہ بیمار ہو گیا۔ آپ کی بیٹی نے ایک قاصد کو آپ کے پاس بھیجا میرا بچہ موت وحیات کی کشمکش میں ہے۔ آپ نے اس قاصد سے کہا جا اس کو کہہ دے بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو وہ لے لے اور اسی کے لیے ہے جو کچھ وہ عطا کرے ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے صبر کر اور اللہ سے اجر کی امید رکھ۔ وہ آدمی گیا اس نے آپ کا پیغام پہنچا دیا صاحبزادی نے پھر قاصد کو بھیجا اور آپ کو قسم دلائی کہ آپ ضرور تشریف لائیں تو رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ چلے جن میں سعد بن عبادہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چھاتی کے درمیان رکھا بچے کے سینے سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسی خشک مشکیزے کی کھڑ کھڑاہٹ کی آواز۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ سعد نے کہا آپ رو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنی بیٹی پر رحمت وشفقت کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے رحم دل بندوں پر ہی رحم کرتا ہے۔''

بَابُ: إِطْعَامِ أَهْلِ الْمَرِيْضِ

۵۲۲۔ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ أَبِيْ عَبْلَةَ قَالَ: مَرِضَتْ امْرَاَتِيْ، فَكُنْتُ اَجِيءُ اِلٰى اُمِّ الدَّرْدَاءِ فَتَقُوْلَ لِيْ: كَيْفَ اَهْلُكَ؟ فَاَقُوْلُ لَهَا: مَرْضٰى، فَتَدْعُوْ لِيْ بِطَعَامٍ فَاٰكُلَ، ثُمَّ عُدْتُ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَجِئْتُهَا مَرَّةً فَقَالَتْ: كَيْفَ؟ قُلْتُ: قَدْ تَمَاثَلُوْا، فَقَالَتْ: إِنَّمَا كُنْتُ اَدْعُوْ لَكَ بِطَعَامٍ اَنْ كُنْتَ تَخْبِرُوْنَا عَنْ اَهْلِكَ اِنَّهُمْ مَرْضٰى، فَاَمَّا اِنْ تَمَاثَلُوْا فَلَا تَدْعُوْ لَكَ بِشَيْءٍ۔

''حضرت ابراہیم بن ابی عبلہ بیان کرتے ہیں میری بیوی بیمار ہوگئی میں حضرت ام الدرداء کے پاس (آیا جایا) کرتا تھا۔ وہ مجھ سے پوچھتیں تیری بیوی کیسی ہے؟ میں کہتا بیمار ہے۔ وہ میرے لیے کھانا منگواتیں میں کھا لیا کرتا اور کئی دفعہ ایسا ہوا۔ ایک بار جو میں اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا تیری بیوی کی طبیعت کیسی ہے میں نے کہا اب بیماری سے اچھی ہوگئی ہے۔ کہنے لگیں میں تو تیرے لیے اس لیے کھانا منگاتی تھی تو یہ کہا کرتا تھا کہ میری بیوی بیمار ہے۔ اب جو وہ تندرست ہوگئی ہے تو میں تیرے لیے کچھ نہیں منگواؤں گی۔''

امام صاحب رحمہ اللہ نے اس حدیث کے لیے باب نہیں باندھا اس حدیث کے مفہوم اور صحابہ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مریض کے لواحقین کا خیال رکھنا ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرنا عیادت میں شامل ہے۔ واللہ اعلم [حافظ محمد اشرف]

۵۲۳۔ عن ابن عباس أن رسولَ الله ﷺ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِي يَعُوْده فقالَ: « لَا بَأْسَ عَلَيْكَ، طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ » قَالَ: قَالَ الْاَعْرَابِيُّ: بَلْ هِيَ حُمّٰى تَفُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ كَيْمَا تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ، قَالَ: « فَنَعَمْ إِذًا » فما أَمْسَى من الْغَدِ إِلَّا مَيِّتًا۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کے لیے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی فکر نہیں ان شاء اللہ تو صاف ہوجائے گا۔ وہ اعرابی کہنے لگا یہ بخار تو بوڑھے شیخ پر جوش مار رہا ہے اس کو قبر میں لے جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی سہی۔ تو وہ اگلے روز شام سے پہلے پہلے فوت ہوگیا۔''

❀❀..........❀..........❀❀

اسلام میں ایام کو جشن یا تہوار قرار دینے کی اتھارٹی کس کے پاس ہے؟

محمد عبدالرزاق ساجد

عن عمر بن الخطّاب رضی الله عنه انّ رجلاً من الیهود قال له: " یا امیر المؤمنین! آیةٌ فی کتابکم تقرؤنها، لو علینا معشر الیهود نزلتْ لا تّخذنا ذلك الیومَ عیداً ۔ " قال: " ای آیةٍ ؟" قال: ﴿ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔[المائدة:٣] ﴾ قال عمر: " قد عرفنا ذلك الیومَ والمکان الّذی نزلت فیه علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وهو قائم بعرفة یوم الجمعة ۔ " [صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجة الوداع، رقم:٤٤٠٧]

وفی روایة: فقال عمر: " انی لأعلم حیثُ انزلت وأین نزلت ؟ واین رسول اللّٰه ﷺ؟ " [صحیح البخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٦٠٦۔ ایضاً: کتاب الایمان، باب زیادة الایمان ونقصانه، رقم:٤٥۔ ایضاً: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّة، رقم:٧٢٦٨]

''سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا: اے امیر المومنین تمہاری کتاب قرآنِ مجید میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو، اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے ۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون سی آیت؟ یہودی نے کہا:''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا ہے اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اس دن کا بھی معلوم ہے اور اس جگہ کو بھی جانتے ہیں جہاں اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا۔ نبی مکرم ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ میدانِ عرفات میں کھڑے تھے اور جمعہ کا دن تھا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ یہ آیت کب اور کہاں نازل ہوئی؟ اور بوقت نزول سیدنا محمد ﷺ کہاں تھے؟''

فوائد حدیث: مذکورہ حدیث پاک درج ذیل امور پر دلالت کناں ہے:

اسلام اور یہودیت کی سوچ وفکر کے زاویے اور نقطہ نگاہ ایک جیسے نہیں، بلکہ دونوں میں بعد المشرقین والمغربین والا معاملہ ہے۔

ذاتی پسند وناپسند پر دینی تہوار واعیاد کی تعیین اسلامی روح کے منافی یہودی سوچ پر مبنی ہے۔

ذاتی آراء اور شخصی تجویزات کی بنیاد پر اسلام دینی معاملات میں دخل اندازی کو روا نہیں رکھتا۔

اسلام میں کسی دن کو عید یا شرعی تہوار قرار دینے کی اتھارٹی صرف اور صرف شارع علیہ السلام کے پاس ہے۔

اسلام میں عید صرف وہی ہوگی جسے خود صاحب شریعت ﷺ نے مقرر فرمایا ہو۔

اسلام میں عید وہی ہوگی جس دن آپ ﷺ نے عید منانے کا حکم دیا ہو یا بذاتِ خود عید منائی ہو۔

عید صرف وہی ہوگی جو آپ کے زمانہ خیر القرون میں عید تھی، اور اسے آپ نے اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں بطور شرعی تہوار منایا ہو۔

اسلام میں کوئی کام شرعی دلیل کے بغیر نہیں کیا جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی نص یا عبارت کو اپنے مزعومہ تصوارت پر دلیل سمجھ رہا ہو اور وہ نص حیاتِ رسول مقبول ﷺ میں موجود تھی اس کام کی اس

دور میں ضرورت وڈیمانڈ بھی موجود تھی ۔کسی قسم کی کوئی رکاوٹ تھی اور نہ مانع ۔اس کے باوجود آپ نے اس نص قرآنی یا حدیث نبوی کی بنیاد پر وہ کام نہیں کیا، تو اس آیت یا حدیث کو دلیل بنا کر آج بھی وہ کام نہیں کیا جاسکتا۔

اگر کوئی شخص اس نص سے اپنے موقف پر استدلال کرتا ہے تو اس کا یہ استدلال محل نظر ہوگا اور اگر وہ کام کرتا ہے تو اس کا یہ عمل بوجہ بدعت مردود ہوگا اور وہ من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد کے زمرے میں آئے گا۔

دور حاضر میں بھی اگر کوئی شخص ایسی بات کرتا ہے تو اس کی یہ بات قابل اعتنا نہ ہوگی، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس یہودی کی بات کو بارِ خاطر میں نہیں لائے ۔کیوں کہ یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں موجود تھی، بلکہ وہ آیت خود آپ کی اپنی ذات پر اتری تھی۔

اس پر مستزاد کہ آپ سب سے بڑے صاحب قرآن، حامل قرآن، عامل قرآن، ناطق قرآن، شارح قرآن اور مفسر قرآن تھے۔

آپ پوری دنیا کے علماء وفقہاء سے سب سے زیادہ نص قرآنی، دلالت قرآنی، مقصود قرآنی، منطوق ومفہوم قرآنی، اشارہ وفحوائے قرآنی کی سمجھ بوجھ اور فقاہت کے مالک تھے۔

اگر اس آیت سے ''عید تکمیل اسلام'' پر استدلال کرنا صحیح اور درست ہوتا تو سب سے پہلے یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ۔کیوں کہ آپ بھلائی کے ہر کام میں سبقت لے جانے والے تھے۔

اگر اس دن عید منانا یا جشن منانا ضروری ہوتا یا کم از کم صحیح اور درست ہوتا تو آپ اس خیر سے کبھی محروم نہ رہتے اور امت کو اس سے محروم نہ رکھتے۔

اگر یہ کام اتنی اہمیت کا حامل ہوتا تو آپ پر اس کی اہمیت مخفی نہ رہتی ۔اگر یہ فعل باعث اجر، باعث ثواب یا باعث داد ومراد ہوتا تو آپ کبھی اس سے پیچھے نہ رہتے۔

کوئی شخص خواہ کتنے ہی بڑے عہدے، مرتبے یا مقام پر فائز کیوں نہ ہو! وہ اپنے خیالات یا کسی دوسرے فرد کے جذبات ونظریات کے پیش نظر کسی دن کو دینی تہوار بنا کر پیش نہیں کرسکتا، اور یہی ''طریق فاروقی'' ہے۔

اگر اسلام کا مزاج صرف اور صرف عقیدت وجذبات ذاتی سوچ وبچار اور شخصی آراء وخیالات کے تابع ہوتا تو اس دن کو عید بنالیا جاتا۔

۹ ذوالحجہ کو ''عید تکمیل اسلام'' کے نام پر تعطیل عام ہوتی۔

باقاعدہ سرکاری چھٹی ہوتی۔

۱۰ ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ ہوتی ہے ۔اور یوں قوم کی گزٹڈ چھٹیوں میں ایک اور چھٹی کا اضافہ ہوجاتا۔

حالاں کہ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے اور پوری امت مسلمہ دلیل شرعی اور نص صریح کی روشنی میں روز اوّل سے لے کر آج تک ۹ ذوالحجہ کے دن صیام یوم عرفہ پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں نہ کہ اسے بطور ''عید تکمیل اسلام'' عید اور جشن کا دن مناتے ہیں۔

یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نزولِ آیت کے وقت سرور دوعالم کے پاس ہونا

امیر المومنین کا بوقت نزولِ وحی، صاحب وحی کی مصاحبت میں ہونا

اس آیت قرآنی کا عالم ہونا

الفاظ وکلماتِ آیت کا حافظ ہونا

ان مبارک لمحات میں سید الکونین کا شریک سفر ہونا

آقائے نامدار کی معیت سے شرف یاب ہونا

مقام نزول کی بھرپور معرفت ہونا

میدانِ عرفات کا شناسا ہونا

نزولِ آیت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت قیام سے باخبر ہونا

نزولِ وحی کی تاریخ تک سے واقف کار ہونا کہ ۹ ذوالحجہ تھی۔

نزولِ آیت کے دن تک کی معرفت رکھنا کہ جمعۃ المبارک کا دن تھا

اس سفر کی بابت پوری معلومات کا حامل ہونا کہ سفر حجۃ الوداع تھا

پھر خطبہ حجۃ الوداع کا سامع ہونا

اس روز مسلمانوں کی کیف ومستی، جذبات ورجحانات اور ان پر مسرت لمحات کا چشم دید گواہ ہونا

آقائے ختم المرتبت کے رخِ آفتاب اور روئے ماہتاب کے لمحہ بہ لمحہ آثار وتغیرات کا عینی شاہد ہونا

وقت کا امیر المومنین ہونا
امت مسلمہ کا متفقہ خلیفۃ المسلمین ہونا
قد آور دبنگ شخصیت کا مالک ہونا

زورِ بازو، قوت ایمانی، غیرتِ دینی، حمیت اسلامی، پاسداریٔ شریعت، حفاظت شرع متین اور پاسبانی دین حنیف میں بے مثال ولاثانی ہونے کے باوجود اس قدر شان وشوکت، رفعت وعظمت اور خوشی ومسرت والے دن، تکمیل اسلام کے جشن بامرام کے لیے اسے ''عید'' کا دن مقرر نہ کرنا...... باوجودیکہ وہ کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔

۲۲ لاکھ مربع میل تک سلطنت اسلامیہ کو آفاقِ عالم میں وسعتوں، ترقیوں اور عظمتوں سے ہم کنار کرنے والے حکم ران اگر اس دن کو خوشی اور عید کا تہوار بنانا چاہتے تو بنا سکتے تھے...... بہ ظاہر کوئی مانع یا رکاوٹ نہ تھی! مگر اس سب کے باوجود ان کا یہ اقدام نہ اٹھانا۔

اسے یوم جشن نہ بنانا، اور تہوار عید مقرر نہ فرمانا۔

جہاں ان کی دین دوستی اور سنت مطہرہ سے شدت لگاؤ پر دلالت کناں ہے وہیں ان کی علمی فقاہت، نظری بصیرت اور فکری رسوخ میں ید طولیٰ کی مثالِ لازوال بھی ہے۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا یہ محتاط طرزِ عمل ایک حاکم وسلطان کے اختیار اور دائرہ کار کی حدود متعین کرتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس طرح کے امور

کسی حاکم کی حکم رانی، سلطان کی سلطانی، شاہ کی بادشاہت، فقیہ کی فقاہت، عالم کی علمیت، یا مفتی کے فتویٰ کی بنیاد پر ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ بلکہ خالصتاً امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کی اساس پر عدم سے وجود پاتے ہیں۔

جس طرح امیر المومنین نے اس یہودی کی عقیدت وجذبات پر مبنی رائے اور سوچ کو ذرّہ برابر اہمیت نہیں دی حالاں کہ وہ کتاب اللہ سے آیت قرآنی کی دلیل بھی دے رہا تھا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص آج اس طرح کی عقیدت وجذبات میں ڈوبی ہوئی سوچ یا رائے پیش کرتا ہے تو پوری امت مسلمہ کا یہ دینی ومذہبی فریضہ ہے کہ

جس رائے اور سوچ کی مثال آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہیں ملتی جس آیت، حدیث یا نص شرعی کے اس دور میں وجود کے باوجود موجودہ استدلال کی مثال نہیں ملتی تو اس رائے، سوچ اور استدلال کو قطعی طور پر بارِ خاطر نہ لایا جائے۔

اور اگر کوئی سینہ زوری سے اس طرح کا تہوار اپنی طرف سے مقرر کرتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کی بجائے اس کی حوصلہ شکنی ہمارا فرض منصبی ہونا چاہیے۔ یہی درس حدیث ہے اور یہی سیرت فاروقی ہے۔

واللہ الهادی الی سواء السبیل۔

علاوہ ازیں اگر دینی معاملات عقیدت وجذبات کے تابع ہوتے یا انہیں فوری وشخصی آراء وخیالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہوتا تو سال کا ہر دن کسی نہ کسی خوشی اور جشن کے نام پر عید کا تہوار قرار پا چکا ہوتا۔

عام الفیل کی خوشی میں ''جشن عید ابابیل'' کی سالانہ تعطیل ہوتی۔

نزولِ وحی کے آغاز کی خوشی میں ''جشن عید الوحی'' کی چھٹی ہوتی۔

اسلامی کیلنڈر: عید غار حرا، عید نبوت، عید رسالت، عید فاران، عید الفلاح، عید الاسراء، عید معراج النبی، عید غار ثور، عید ہجرت، عید قبا، عید المجتبیٰ، عید آمد مدینہ، عید النور، عید الظہور، عید الطلوع، عید المسجد النبوی، عید میلاد قاسم، عید میلاد عبداللہ، عید میلاد ابراہیم، عید میلاد زینب، عید میلاد رقیہ، عید میلاد امّ کلثوم، عید میلاد فاطمۃ الزہراء، جشن عید میلاد الحسن، جشن عید میلاد حسین، جشن عید النکاح الاوّل تا نکاح آخر، جشن عید بدر، جشن عید یوم الاحزاب، جشن عید یوم خیبر، جشن عید الحدیبیہ، جشن عید فتح مکہ، جشن عید طائف، جشن عید حنین، جشن حجۃ الوداع، جشن تکمیل اسلام۔ اور نا معلوم کتنے جشنوں، عیدوں اور تہواروں سے بھرپور ہوتا۔

اگر یہ بند دروازہ کھول دیا گیا!

تہوار واعیاد کی تحدید وتعیین کی اتھارٹی کسی امتی کو سونپ دی گئی، اور عقیدہ صحیحہ وصافیہ پر عقیدت وجذباتِ نفسانیہ کو غالب کر دیا گیا......!

تو امت مسلمہ اور شریعت اسلامیہ کہیں اپنا وجود ہی نہ کھو بیٹھے؟

واللہ المستعان وعلیه الثقه والتکلان۔ ونعوذ باللہ من شرور النفوس ووساوس الشیطن۔

معاشرتی مسائل

قسط ...... (۳)

صلہ رحمی

ڈاکٹر صہیب حسن (صدر مسجد و مدرسہ توحید ٹرسٹ۔لندن)

بہن بھائی کے ساتھ حسن سلوک

ایک شخص جب شادی کر کے اپنا گھر بنا لیتا ہے تو قدرتی طور پر اس کے اہل وعیال کی دلچسپیوں اور محبتوں کے مرکز بن جاتے ہیں۔ بہن بھائی سے وہ تعلق نہیں رہتا جو بچپن میں ہوا کرتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان سے لاتعلق ہو جائے، صلہ رحمی کا تقاضا ہے کہ ان کے بچوں کی شادی بیاہ میں شریک ہو، حسب استطاعت ان کی مدد کرے اگر وہ مدد کے محتاج ہوں۔ ملاقات کرتا رہے، تحفے تحائف کا تبادلہ کرتا رہے۔ وہ اگر کسی گھریلو رنجش کی بنا پر قطع تعلق بھی کریں تب بھی ان سے میل ملاپ رکھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''اپنے نسب جانو اور پھر صلہ رحمی کرو، اللہ کی قسم! ایک آدمی اور اس کے بھائی کے درمیان رنجش ہو سکتی ہے لیکن اگر سے معلوم ہو کہ ان دونوں کے درمیان رحم کا کتنا بڑا تعلق ہے تو وہ قطع رحمی کا ارتکاب نہ کرے۔'' [جامع البیان]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''بیس درہم کا صدقہ کرنے سے میں یہ زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بقدر ایک درہم صلہ رحمی کروں، اور اسی طرح ایک سو درہم کا صدقہ کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں کہ بیس درہم کے برابر اپنے بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کروں اور یوں ہی ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں کہ اسے سو درہم دے دوں۔'' [احیاء علوم الدین]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشم کا جوڑا فروخت ہوتے دیکھا تو کہا:

''اے اللہ کے رسول! یہ جوڑا آپ خرید لیں، اسے جمعہ کے دن اور جب وفود آپ سے ملنے کے لیے آئیں تو پہنا کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اسے وہ پہنتا ہے جس کا (قیامت کے دن) کوئی حصہ نہیں۔''

اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے ہی چند جوڑے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوڑا حضرت عمر کو بھیجا تو انہوں نے کہا:

''آپ نے جو کچھ اس بارے میں کہہ دیا تو اس کے بعد اسے کیسے پہن سکتا ہوں۔''

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نے تمہیں اس لیے نہیں دیا کہ تم اسے پہنو، لیکن اس لیے کہ تم یا تو اسے بیچ دو یا کسی اور کو پہنا دو۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جوڑا اپنے بھائی کو مکہ بھجوا دیا کہ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔'' [بخاری]

امام احمد سے فضل بن عبدالصمد پوچھتے ہیں:

ایک شخص کے بھائی، بہن غصب شدہ زمین میں رہتے ہیں، کیا وہ ان کی ملاقات کے لیے جا سکتا ہے، کہا: ہاں! ان کی ملاقات کے لیے جائے، اور انہیں وہاں سے نکل آنے پر آمادہ کرے اگر وہ اس کی بات مان لیں تو ٹھیک ہے، وگرنہ ان کے ہاں نہ ٹھہرے، البتہ ملاقات کرتا رہے۔'' [الآداب الشرعیہ]

حسن سلوک میں صرف خدمت یا مدد ہی داخل نہیں بلکہ نصیحت اور فہمائش بھی داخل ہے تاکہ برائی کرنے والا بدانجام سے بچ سکے۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں:

اہل مدینہ میں سے ایک شخص کی بہن شہر کے کنارے پر رہتی

تھی، وہ بیمار پڑی، بھائی اس کو دیکھنے کے لیے اکثر آجایا کرتا تھا، پھر اس کا انتقال ہوگیا تو اسے دفنا دیا، واپس آنے پر یاد آیا کہ قبر میں اس کی کوئی چیز پڑی ہے، تو وہ اپنے ایک دوست کے ہمراہ قبرستان گیا، قبر کھودی اور اپنی گری ہوئی چیز کو اٹھالیا اور پھر اپنے دوست سے کہا: ذرا پرے ہٹنا تا کہ میں یہ دیکھوں کہ میری بہن کس حالت میں ہے؟ چناں چہ اس نے لحد کو ایک طرف سے کھولا تو دیکھا کہ قبر میں آگ بھڑکی ہوئی ہے، اس نے فوراً بند کیا اور بھاگا ماں کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ بتاؤ میری بہن کا دین کے لحاظ سے کیا حال تھا؟ ماں نے کہا: اب کیوں پوچھتے ہو کہ وہ تو گزر چکی ہے؟ کہا کہ نہیں مجھے بتانا پڑے گا، تو ماں نے کہا: ایک تو وہ نماز میں تاخیر کرتی تھی، دوسرے خیال میں وہ بغیر وضوء ہی نماز پڑھ لیا کرتی تھی اور تیسرے یہ کہ وہ پڑوسیوں کے دروازے سے لگ کر ان باتیں سنا کرتی تھی اور پھر جا کر لوگوں کو بتاتی تھی۔'' [قصص الصالحین]

بیوی کے اقارب کے ساتھ حسن سلوک:

جہاں تک میاں بیوی کے معاملات کا تعلق ہے تو وہ حقوق الزوجین کے عنوان سے ایک علیحدہ مضمون چاہتا ہے، یہاں چند مثالیں بیوی کے اقارب کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں عرض کی جاتی ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے آنحضور ﷺ کی دوسری بیویوں سے غیرت محسوس نہ ہوئی حالانکہ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا تھا، اور وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی بکری ذبح کرتے تو کہتے: اس کا گوشت کو خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس لے جاؤ۔'' ایک دن مجھے غصہ آگیا اور میں نے کہا: خدیجہ! خدیجہ! تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے ان سے محبت تھی۔'' [بخاری، مسلم]

یہاں ضمناً اس بات کا ذکر ہو جائے کہ آنحضور ﷺ کی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کا کیا درجہ ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے: مجھے تمہارے بارے میں اپنے بعد کا فکر لاحق رہتی ہے، اور صرف صبر کرنے والے ہی تمہیں برداشت کر سکیں گے۔'' اور پھر حضرت عائشہ ایک دن عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے ابوسلمہ سے کہتی ہیں:

اللہ تمہارے والد کو جنت کے چشموں سے سیراب کرے، اور وہ اس لیے کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کی بیویوں کو اتنا کچھ مال ومتاع دیا تھا کہ اس کی چالیس ہزار قیمت لگی۔'' [ترمذی]

صحابیات میں سے ایک خاتون ایسی بھی ہیں جنہوں نے بچوں کی خاطر ایک عظیم شرف کو ٹھکرا دیا، حضرت علی بن ابی طالب کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

کیا ہی اچھا ہوا کہ آپ ابو طالب کی بیٹی ام ہانی سے شادی کرلیں، ایک تو وہ آپ کی رشتہ دار ہیں اور دوسرے اس طرح دامادی کا تعلق بھی ہو جائے گا۔''

چناں چہ آنحضور ﷺ نے انہیں شادی پیغام بھیجا، تو انہیں نے کہا: وہ تو مجھے اپنی سماعت اور بصارت سے بھی زیادہ عزیز ہیں، لیکن ان کا حق بہت بڑا ہے اور میری گود میں یتیم بچے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ ان کا حق ادا کرتے کرتے میں یتیم بچوں کو ضائع کر بیٹھوں، اور اگر ان کا پورا پورا خیال رکھوں تو نبی ﷺ کا حق پورا نہ کر پاؤں گی۔''

آنحضور ﷺ نے یہ سن کر کہا: اونٹنیوں پر سوار ہونے والیوں میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں، جو بچوں کی کم عمری میں ان پر خوب شفقت کرتی ہیں اور اپنے شوہر کا بھی خوب خیال رکھتی ہیں۔'' [انیس المؤمنین]

عام رشتہ داروں سے حسن سلوک:

ماں باپ، صلبی اولاد، بھائی بہن کا تذکرہ ہو چکا۔ یہاں باقی تمام رشتے داروں کا عمومی تذکرہ کیا جاتا ہے کہ جنہیں قرآن نے ''اولو الارحام'' سے تعبیر کیا ہے۔ سورۃ الانفال کی آخری آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾

''اور رحمی رشتے والے اللہ کے قانون میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔''

المقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ماؤں کے ساتھ (حسن سلوک کی) خاص وصیت کرتے ہیں، پھر ماؤں کے ساتھ اور پھر ماؤں کے ساتھ، پھر باپوں کے ساتھ اور جو جتنا بھی رشتہ داری میں قریب ہو اس کے ساتھ۔'' [البخاری: الادب المفرد]

سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقے کے برابر ہے اور رحمی رشتے دار پر دو کے برابر ہے، ایک تو صدقہ اور دوسرے صلہ رحمی۔''

[نسائی۔ ترمذی]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بنی عذرۃ کے ایک آدمی نے اپنے غلام کو اپنی موت کے بعد آزاد ہو جانے کی نوید سنائی۔ یہ بات رسول اللہ تک پہنچی تو کہا، کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ بھی کچھ مال ہے؟ تو کہنے لگا: نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اس غلام کو کون خریدے گا؟

ایک صحابی نعیم بن عبداللہ نے اسے آٹھ سو درہم میں خرید لیا اور پیسے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے رقم اس آدمی کے حوالے کرتے ہوئے کہا:

''اپنے آپ سے شروع کرو، اور خود اپنے اوپر صدقہ کرو، کچھ بچے تو بیوی کو دو، پھر بھی کچھ بچے تو اپنے رشتہ داروں کو دو، اور اگر اس کے بعد بھی کچھ بچے تو پھر یوں خرچ کرو'' یعنی اپنے سامنے دائیں اور اپنے بائیں۔'' [بخاری، مسلم]

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے انصار میں ابوطلحہ اپنے کھجور کے باغات کے لحاظ سے سب سے زیادہ مالدار تھے، اور ان میں ان کا سب سے پسندیدہ باغ ''بَیرحاء'' تھا جو مسجد کے بالکل سامنے تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں جاتے اور وہاں کے پاکیزہ پانی کو پیتے جب یہ آیت نازل ہوئی (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ: تم نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اس چیز میں سے نہ خرچ کرو جو تمہیں سب سے زیادہ پسندیدہ ہو) تو ابوطلحہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

[آل عمران:۹۲]

اور مجھے بیئرحاء کا باغ سب سے زیادہ پسند ہے۔ میں اسے اللہ کے نام صدقہ کرتا ہوں، میں اسے اللہ کے ہاں ذخیرہ اور باعث اجر و ثواب چاہتا ہوں۔ تو اے اللہ کے رسول! آپ اسے جہاں اللہ چاہے آپ اسے وقف کر دیں'' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوب! یہ تو بہت ہی فائدہ مند مال ثابت ہوا، جو تم نے کہا میں نے سنا، میری رائے ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ ابوطلحہ نے کہا: ایسا ہی ہوگا'' چناں چہ ابوطلحہ نے اس باغ کو اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔'' [بخاری۔ مسلم]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ انہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے بغیر اپنی ایک لونڈی کو آزاد کر دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

''واقعی تم نے ایسا کیا؟ میں نے کہا: ہاں، کہا: اگر تم اسے اپنے ننہیال میں دے دیتیں تو تمہارے لیے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔'' [بخاری۔ مسلم]

زینب رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک دن اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا: اے عورتو! صدقہ دو چاہے اپنے زیورات میں سے ہی کیوں نہ دینا پڑے، وہ کہتی ہیں کہ میں اپنے شوہر عبداللہ کے پاس گئی اور کہا: کہ تم تو خود حاجت مند ہو، اور اللہ کے رسول ہمیں صدقہ دینے پر ابھار رہے ہیں، جاؤ اور ان سے پوچھو کہ کیا میں تمہیں دے سکتی ہوں؟ اور اگر ایسا کرنا جائز نہ ہو تو پھر کسی دوسرے کو دوں؟ عبداللہ نے کہا: تم خود ہی جا کر سوال کرو! تو پھر میں چل پڑی اور دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ایک انصاری عورت کھڑی ہے، اور اس کا سوال بھی وہی تھا جو میرا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا میں ایک ہیبت تھی (یعنی خود ان سے مخاطب ہوتے ڈرتے تھے) اس لیے جب بلال باہر نکلے تو انہوں نے کہا: کہ جاؤ

اور اللہ کے نبی ﷺ سے پوچھو کہ دو عورتیں دروازے پر کھڑی یہ پوچھ رہیں ہیں کہ آیا وہ اپنے خاوند کو اور اپنی گود میں پلنے والے یتیموں کو صدقہ دے سکتی ہیں، اور پھر بلال کو وصیت کی کہ یہ مت بتاؤ کہ ہم کون ہیں؟ بلال رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور یہ سوال کیا تو پوچھا کہ یہ دونوں عورتیں کون ہیں؟ تو بلال نے کہا: ایک تو انصاری خاتون ہے اور دوسری زینب ہے۔ کہا: کونسی زینب؟ بلال نے کہا: عبداللہ (بن مسعود) کی بیوی، کہا: انہیں بتادو! کہ ان کے لیے دہرا اجر ہے، ایک تو صدقے کا، دوسرے قرابت داری کا۔'' [بخاری۔مسلم]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے واقعہ میں کئی لوگ ملوث تھے جن میں حضرت ابوبکر کا خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ شامل تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی کمزور مالی حالت کو دیکھتے ہوئے اس کی کفالت کیا کرتے تھے۔ پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت ظاہر ہوگئی اور ان پر تہمت لگانے والوں پر حد بھی قائم ہوگئی تو حضرت ابوبکر نے اس واقعے میں ملوث ہونے پر اس کی کفالت سے ہاتھ روک لیا۔ لیکن جب سورۃ النور کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ [النور: ۲۲]

''اور جو تم میں صاحب فضل اور کشادہ حال ہیں وہ اس بات کی قسم کھائیں کہ وہ قرابت داروں، مسکینوں اور راللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں پر خرچ نہ کریں گے بلکہ عفو ودرگزر سے کام لیں، کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اللہ تمہیں بخشے اور اللہ غفور رحیم ہے۔''

تو حضرت ابوبکر نے فوراً کہا: کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تو چاہتے ہیں کہ اللہ ہماری مغفرت کرے، اور پھر مسطح کو ویسے ہی کفالت شروع کردی جیسے پہلے کرتے آئے تھے۔ [احمد]

اب کچھ علماء سلف کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔

علماء کہتے ہیں: ایک ہزار درہم فاقہ ختم کرنے میں لگانے سے میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک درہم اپنے قرابت داروں میں لگاؤں'' کسی آدمی نے ان سے کہا: اے ابومحمد! چاہے میرے قرابت دار مجھ جیسے غنی ہی کیوں نہ ہوں'' کہا: چاہے تم سے زیادہ ہی غنی کیوں نہ ہوں۔'' [مکارم الاخلاق]

سعید بن المسیب جنہوں نے کچھ رقم دینار کی شکل میں چھوڑی تھی، کہتے ہیں: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ رقم صرف اپنا دین اور اپنی حیثیت کی حفاظت کے لیے جمع کی تھی، اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو مال نہیں جمع کرتا تاکہ اپنا قرض ادا کرسکے، صلہ رحمی کرسکے اور اپنی عزت بچائے رکھے۔'' [الآداب الشرعیہ]

عمرو بن دینار کہتے ہیں: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ فرض کی ادائیگی کے بعد سب سے زیادہ ثواب کا باعث وہ قدم ہے جو صلہ رحمی کی خاطر اٹھے۔'' [مکارم الاخلاق]

مروزی کہتے ہیں کہ میں امام احمد کے پاس حدود مملکت پر مقیم ایک شخص کو لے کر آیا جس نے پوچھا: یہاں مقام مرغہ میرے کچھ قرابت دار رہتے ہیں، آپ بتائیں کہ میں واپس حدود چلا جاؤں یا سلام کی غرض سے جاؤں؟ امام احمد نے کہا: اللہ سے استخارہ کرو اور ان کے پاس سلام کی غرض سے جاؤ!۔'' [الآداب العشرۃ]

اب آخر میں قطع رحمی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں: حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''رحم درخت کی ٹہنی کی طرح عرش سے بندھا ہوا ہے اور انتہائی وضاحت کے ساتھ کہہ رہا ہے۔ اے اللہ! جو مجھے ملائے، تو اس کو بھی ملا اور جو اسے کاٹے تو تو اسے بھی کاٹ! اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں رحمٰن ہوں، رحیم ہوں، میں نے اپنے نام سے ''رحم'' کو نکالا ہے، تو جو اسے ملائے گا، میں اسے ملاؤں گا۔'' [البخاری: الآداب المفرد]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اطاعت کے کاموں میں سب سے جلدی ثواب ملتا ہے صلہ رحمی کا اور سب سے جلد سزا ملتی ہے ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کی اور قطع رحمی کی، اور جھوٹی قسم آبادیوں کو ویران کر جاتی ہے۔'' [بیہقی]

اور خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صلہ رحمی سے یہ کچھ حاصل ہوتا ہے:

① ......ایمان کی تکمیل اور حسن اسلام کی علامت ہے۔

② ......رزق میں کشائش اور عمر میں برکت حاصل ہوتی ہے۔

③ ......اللہ بھی راضی اور مخلوق بھی خوش۔

④ ......ایک خاندان کے افراد میں باہمی تعلق مضبوط ہوتا ہے اور اس کا اثر سارے ماحول پر پڑتا ہے۔

⑤ ......صلہ رحمی کرنے والے شخص کو بھی اللہ کی طرف سے نصرت اور معیت حاصل ہوتی ہے۔

⑥ ......حسن سلوک کے سب رشتے دار مستحق ہیں چاہے وہ بدعتی، گناہگار یا کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

⑦ ...... جتنا رشتہ قریبی ہوگا اتنا ہی تعلق مضبوط ہوگا، قریبی رشتے دار کا حق دور کے رشتہ دار سے زیادہ ہوگا۔

وآخر دعوانا عن الحمد لله رب العالمين ۔

❀❀..........❀..........❀❀

جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹ رادھا کشن میں
سالانہ تبلیغی اجتماع خواتین

مؤرخہ ۲۱ فروری ۲۰۱۰ء بروز اتوار صبح ۹ بجے سے نماز عصر تک اپنی سابقہ شاندار روایات کے ساتھ نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہو رہا ہے، جس میں بیرونی اور مقامی جید مبلّغات ومعلّمات قرآن وسنت کی روشن تعلیمات کو اجاگر کریں گی۔ باذوق اہل اسلام سے شرکت کی پرزور درخواست ہے۔ [ناظمہ شعبہ تعلیم البنات]

آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے زیر اہتمام آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس بتاریخ ۲۵، ۲۶ مارچ ۲۰۱۰ء بروز جمعرات وجمعہ اپنی سابقہ روایات کے مطابق بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے۔ خطبہ جمعۃ المبارک محترم جناب پروفیسر ساجد میر صاحب امیر مرکزیہ ارشاد فرمائیں گے۔ ان شاءاللہ، تفصیلی اشتہار عنقریب شائع ہوگا۔ تمام اداروں/ جماعتوں سے گزارش کی جاتی ہے کہ اپنی کانفرنسوں کی تواریخ کا تعین کرتے ہوئے مندرجہ بالا تواریخ کو بھی مدنظر رکھیں۔ شکریہ ...... [(مولانا) عبدالقادر ندوی، خادم جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن]

میاں نعیم الرحمٰن طاہر کے لیے دعائے صحت

میاں نعیم الرحمٰن طاہر بن میاں فضل حق رحمہ اللہ (صدر شعبہ خدمت خلق، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) شدید علیل ہیں۔ میاں نعیم الرحمٰن طاہر کا چند دنوں بعد دماغ کا آپریشن ہونا طے پایا ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ موصوف کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے خصوصی دعائے صحت فرمائیں۔
اللهم اشفه شفاء كاملا عاجلا ① (مولانا) ابوبکر صدیق السّلفی، صدر دارالدعوۃ السّلفیہ شیش محل روڈ ② عمران حمید مرزا نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب

ضروری اعلان

اہل حدیث کے مایہ ناز فرزند، ممتاز سکالر، دانشور اور فیصل مسجد کے خطیب پروفیسر عبدالجبار شاکر کی حیات وخدمات کے حوالہ سے ان کے برادرِ مکرم جناب حکیم حاجی مولانا محی الدین بھٹی صاحب (ایم اے) ایک جامع کتاب ترتیب دے رہے ہیں۔ اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنے مضامین نظم ونثر درج پتا پر ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

[حکیم مولانا حاجی محی الدین بھٹی ایم اے، حسین خانوالہ چک نمبر ۸، براستہ پتوکی، تحصیل پتوکی، ضلع قصور۔ 0346-6437355]

نقطۂ نظر

توحید حاکمیت......ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

(سلفی علماء کے اقوال کی روشنی میں)

حافظ محمد زبیر (ریسرچ ایسوسی ایٹ، قرآن اکیڈمی، لاہور)

بعض عرب علماء کا کہنا ہے کہ عرب حاکمیت کے لفظ سے نا آشنا تھے یہاں تک کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے اس لفظ کو استعمال کیا اور ان سے سید قطب شہید رحمہ اللہ کے ذریعے یہ لفظ عربی زبان میں وارد ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توحید حاکمیت ایک جدید اصطلاح ہے جو سید قطب شہید رحمہ اللہ کے دعوتی وفکری لٹریچر کے ذریعے عام ہوئی ہے۔

سلف صالحین نے جب قرآن وسنت میں غور کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ قرآن وسنت میں تین طرح کی توحید کا بیان ہے:

① ......توحید ربوبیت۔ ② ......توحید الوہیت یا توحید عبادت۔

③ ......توحید اسماء وصفات۔

توحید ربوبیت سے مراد اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں یکتا قرار دینا مثلاً اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے، وہی رزق دیتا ہے، وہی مارتا ہے، وہی اسی کائنات کی تدبیر کر رہا ہے، وغیرہ۔

توحید الوہیت سے مراد صرف اللہ ہی کی ذات کو عبادت کے لیے خاص کرنا یعنی اللہ کی محبت، اس کے خوف، اس سے امید، اس کی اطاعت وغیرہ کے جذبات کے ساتھ اس کی عبادت کرنا اور نذر، نیاز، سجدہ، رکوع، طواف، دعا وغیرہ جیسی عبادات میں کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔

توحید اسماء وصفات سے مراد قرآن وسنت میں جن اسماء وصفات کا اثبات ہے ان کا اثبات کرنا اور جن عیوب ونقائص سے اللہ کی ذات کو پاک قرار دیا گیا ہے ان سے پاک قرار دینا۔

مغرب میں سماجی علوم وفنون کی ترقی سے عالم اسلام بھی بہت حد تک متاثر ہوا۔ یورپ میں جب باقاعدہ قانون وآئین سازی کی تاریخ کا آغاز ہوا تو مسلمان ممالک نے بھی اس مسئلے میں ان کی تقلید کی۔ عصر حاضر میں تقریباً تمام مسلمان ممالک میں انگریزی یعنی برطانوی یا فرانسیسی یا امریکن قوانین وغیرہ جزوی طور پر نافذ ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی آخری خلافت، سلطنت عثمانیہ میں بھی سوائے مدنی قانون یعنی مجلۃ الاحکام العدلیۃ کے بقیہ تمام قوانین مثلاً فوج داری قانون، قانونِ تجارت، قانون اراضی وغیرہ فرانسیسی ویورپین قوانین سے ماخوذ تھے اور انہی کے مطابق عدالتوں میں فیصلے ہوتے تھے۔ پس تقریباً تمام مسلمان ممالک میں نہ تو سو فی صد غیر شرعی ومغربی قوانین نافذ ہیں اور نہ ہی مکمل اسلامی وشرعی قوانین، بلکہ یورپی اور اسلامی قوانین کا ایک ملغوبہ ہے جو اکثر وبیشتر مسلمان ممالک میں نافذ العمل ہے۔

۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد مسلمان امت میں خلافت کی بحالی کے لیے اسلامی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ ان تحریکوں نے اپنے موقف میں زور پیدا کرنے کے لیے توحید حاکمیت کی اصطلاح استعمال کی تاکہ عوام الناس کو یہ باور کرایا جاسکے کہ غیر اللہ کے قوانین کا نفاذ شرک ہے۔ لہٰذا انہیں یورپین ومغربی قوانین کے نفاذ کے خلاف اور اسلامی قوانین کی بحالی کے لیے اپنا تن من دھن لگا دینا چاہیے۔ شروع میں تو یہ اصطلاح توحید کی باقی اقسام کی طرح ایک قسم کے طور پر بیان ہوتی رہی لیکن آہستہ آہستہ اس کے استعمال میں یہ غلو پیدا ہوا کہ بعض مفکرین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ''لا الہ الا اللہ'' کا معنی ''لا حاکم الا اللہ'' ہے اور انسان کی تخلیق کا مقصد روئے ارضی پر اللہ کی حاکمیت قائم کرنا ہے نہ کہ اس کی عبادت کرنا۔ یہاں تک بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض سلفی مفکرین کے نزدیک بھی سلف کی بیان کردہ توحید الوہیت، توحید ربوبیت

اور توحید اسماء وصفات پس منظر میں چلی گئیں اور انہیں اسلام وکفر کا معیار صرف توحید حاکمیت ہی میں نظر آنے لگا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حاکم صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ اور یہ کوئی نئی بحث نہیں ہے بلکہ اصول فقہ کی قدیم وجدید کتابوں میں حکم کی ابحاث کے ذیل میں ''حاکم'' کے عنوان کے تحت اس موضوع پر مفصل مباحث موجود ہیں۔ علاوہ ازیں عقائد کی کتب میں بھی یہ بات مختلف عنوانات کے تحت موجود ہے کہ غیر اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے کرنا کفر، ظلم اور فسق ہے۔

اصل سوال اللہ کے حاکم ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف کا نہیں ہے بلکہ سوال درحقیقت یہ ہے کہ سلف صالحین نے توحید کی جو تین اقسام بیان کی تھیں کیا وہ توحید حاکمیت کو بھی شامل تھیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو سلف صالحین کا تصورِ توحید ناقص تھا اور اگر نہیں تو ایک نئی اصطلاح وضع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ ذیل میں ہم اس موضوع پر اہل سنت کے علماء کے اقوال کی روشنی میں بحث کر رہے ہیں۔

پہلا موقف:

توحید حاکمیت کی اصطلاح استعمال کرنے کے بارے میں سلفی علماء کے تین موقف ہیں۔ بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ اس اصطلاح کا استعمال جائز ہے کیوں کہ ''لا مشاحة فی الإصطلاح''۔ ایسے علماء کی تعداد بہت کم ہے جن میں نمایاں نام شیخ عبدالرحمن بن عبدالخالق یوسف کا ہے جنہوں نے اپنی کتاب ''الصراط'' میں توحید حاکمیت کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

دوسرا موقف:

دوسرا موقف سلفی علماء کی ایک معتد بہ جماعت کا ہے کہ توحید کی تین ہی اقسام ہیں۔ توحید حاکمیت بھی دراصل توحید الوہیت یا توحید ربوبیت ہی کا ایک پہلو ہے۔ لہٰذا نئی اصطلاح وضع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سلف کی اصطلاحات جامع مانع ہیں انہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ سابقہ مفتی اعظم سعودی عرب شیخ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" لیست أقسام التوحید أربعة وإنما هی ثلاثة کما قال أهل العلم وتوحید الحاکمیة داخل فی توحید العبادة فمن توحید العبادة الحکم بما شرع الله، والصلاة والصیام والزکاة والحج والحکم بالشرع کل هذا داخل فی توحید العبادة ۔"

''توحید کی اقسام چار نہیں ہیں بلکہ تین ہی ہیں جیسا کہ اہل علم کا کہنا ہے۔ توحید حاکمیت دراصل توحید عبادت (الوہیت) میں داخل ہے۔ پس توحید عبادت (الوہیت) میں یہ بھی شامل ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنا یہ توحید عبادت میں داخل ہے۔''

شیخ عبداللہ بن الغنیمان اور شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی نے بھی یہی موقف بیان کیا ہے۔

تیسرا موقف:

یہ موقف بھی سلفی علماء کی ایک بڑی جماعت کا ہے۔ اس موقف کے مطابق توحید حاکمیت کی اصطلاح وضع کرنا ہی بدعت اور گمراہی ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔ یہ موقف شیخ صلاح العثیمین رحمہ اللہ، علامہ البانی رحمہ اللہ اور شیخ صالح الفوزان وغیرہ کا ہے۔ شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ سے جب توحید کی چوتھی قسم توحید حاکمیت کے بارے سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا:

" السؤال: ما تقول عفا الله عنك فی من أضاف للتوحید قسماً رابعاً سماه توحید الحاکمیة؟
الجواب: نقول: إنه ضال، وجاهل، لأن توحید الحاکمیة هو توحید الله عزوجل فالحاکم هو الله فإذا قلت التوحید ثلاثة أنواع کما قاله العلماء، توحید الربوبیة، فإن توحید الحاکمیة داخل فی توحید الربوبیة، لأن توحید الربوبیة هو توحید الحکم والخلق والتدبیر لله عزوجل وهذا قول محدث منکر ۔"

''سوال: آپ اس شخص کے بارے کیا کہتے ہیں جس نے توحید کی چوتھی قسم توحید حاکمیت بنالی ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں: (جو یہ اصطلاح استعمال کرے) وہ گمراہ اور جاہل ہیں۔ توحید حاکمیت سے مراد اللہ کی توحید ہی ہے۔ پس حاکم صرف اللہ ہی ہے۔ پس اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ توحید کی تین اقسام ہیں: توحید ربوبیت (توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات)۔ توحید حاکمیت، توحید ربوبیت کا حصہ ہے کیوں کہ توحید ربوبیت ہی توحید حکم، توحید خلق اور توحید تدبیر وغیرہ ہے۔ (توحید حاکمیت کو علیحدہ قسم بنانا) ایک بدعی اور منکر قول ہے۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ بعض افراد نے اپنی سیاسی تعبیرات کو شرعی معنی پہنانے کے لیے توحید حاکمیت کی اصطلاح وضع کی ہے۔ علامہ رحمہ اللہ اپنے ایک لیکچر میں فرماتے ہیں:

" الحاكمية فرع من فروع توحيد الألوهية والذين يدندنون بهذه الكلمة المحدثة فى العصر الحاضر، يتخذون سلاحاً ليس لتعليم المسلمين التوحيد الذى جاء به الأنبياء والرسل كلهم وإنما سلاحاً سياسياً ۔"

''حاکمیت، توحید الوہیت کے فروعات میں ایک فرع ہے۔ جو لوگ عصر حاضر میں اس کلمے کو لیے دندناتے پھرتے ہیں وہ اس اصطلاح کے ذریعے مسلمانوں کو اس توحید کی تعلیم نہیں دینا چاہتے جسے تمام انبیاء ورسل لے کر آئے بلکہ یہ لوگ اس اصطلاح کو سیاسی اسلحے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔''

شیخ صالح الفوزان کا کہنا ہے کہ توحید حاکمیت میں غلو نے توحید الوہیت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ایسی جماعتیں یا گروہ بھی وجود میں آ گئے ہیں جو توحید الوہیت کو نظر انداز کرتے ہوئے توحید حاکمیت کی رٹ لگائے بیٹھے ہیں، جس کی وجہ سے توحید کے صحیح تصور میں عدم توازن پیدا ہو رہا ہے۔ شیخ حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

" توحيد الحاكمية هل هو من أقسام توحيد الربوبية أم الألوهية؟ الجواب: توحيد الحاكمية نوع فرد من أفراد توحيد العبادة، وجعله من توحيد الحاكمية هذا غالت بعض الجماعات، بعض الجماعات غالوا فى توحيد الحاكمية، وبعض الجماعات صيروه فرداء، توحيد الحاكمية من أنواع توحيد العبادة ۔ "

''سوال: توحید حاکمیت توحید ربوبیت کی قسم ہے یا توحید الوہیت کی؟

جواب: توحید حاکمیت، توحید عبادت (الوہیت) کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔ توحید حاکمیت کو ایک مستقل قسم قرار دیتے ہوئے بعض جماعتوں نے غلو کیا ہے۔ بعض جماعتوں نے توحید حاکمیت میں غلو کیا ہے جب کہ بعض جماعتیں اسے ایک فرد قرار دیتی ہیں۔ توحید حاکمیت، توحید عبادت (الوہیت) کی ایک قسم ہے۔''

شیخ عبدالسلام بن برجس آل عبدالکریم فرماتے ہیں:

" فمن ثم وضع توحيد الحاكمية قسيماً لأقسام التوحيد المعروفة الثلاثة هو من الأمور التى أدخلها بعض من انحرف فى مسائل التكفير فى هذا العصر كجماعة الإخوان المسلمين وغيرهم وهو ليس فى شىء ۔"

''توحید حاکمیت کو توحید کی تین معروف اقسام کی طرح ایک مستقل قسم ان لوگوں نے قرار دیا ہے جنہوں نے عصر حاضر میں مسئلہ تکفیر میں اہل سنت کے منہج سے انحراف کیا ہے جیسا کہ الاخوان المسلمون وغیرہ ہیں۔ توحید کی اس قسم کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔''

خلاصہ کلام:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توحید حاکمیت کی اصطلاح سلف صالحین کے دور میں نہیں تھی اور یہ جدید دور کی اصطلاح ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس اصطلاح کا استعمال جائز ہے یا غیر صحیح یا بدعت جیسا کہ یہ تینوں موقف سلفی علماء میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ نئی

اصطلاح وضع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ اس کی ضرورت ہو۔ لیکن بغیر کسی وجہ وضرورت کے نئی نئی اصطلاحات کا استعمال انتشار ذہنی کا باعث بن سکتا ہے۔ لہٰذا جب توحید حاکمیت، توحید الوہیت یا ربوبیت میں شامل ہے اوران کا ایک فرد ہے تو اس کو علیحدہ بیان کرنے کی بجائے انہی دو اقسام کے ذیل میں بیان کرنا چاہیے جیسا کہ شیخ بن باز رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

پس علیحدہ سے توحید حاکمیت کی اصطلاح کا استعمال غیر ضروری اور درست نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص مجرد اس کو بطور اصطلاح استعمال کرے تو اس پر بدعتی یا گمراہ ہونے کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔ شیخ عبداللہ الغنیمان فرماتے ہیں:

" وجعله قسم رابعا ليس له وجه، لأنه داخل في الأقسام الثلاثة، والتقسيم بلا مقتضى يكون زيادة كلام لا داعي له، والأمر سهل فيه على كل حال، إذ جعل قسما مستقلاً فهو مرادف، ولا محذور فيه ۔"

''اور توحید حاکمیت کو چوتھی قسم بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ یہ پہلی تین اقسام میں داخل ہے۔ بغیر ضرورت کے کوئی تقسیم کرنا زیادتی کلام ہے جس کی وجہ یہاں موجود نہیں ہے۔ بہرحال معاملہ آسان ہی ہے۔ اگر کسی نے چوتھی قسم بنا بھی لی تو یہ ایک مترادف اصطلاح ہے جس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔''

لیکن اگر کوئی شخص توحید حاکمیت کی اصطلاح کو ایسے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے کہ اس سے کئی ایک مزید بدعتی افکار جنم لیتے ہوں یا توحید کا صحیح تصور مسخ ہو رہا ہو یا توحید کی اقسام کی مساوی اہمیت میں عدم توازن پیدا کیا جا رہا ہو یا دین کے کسی شعبے میں اس اصطلاح کے ذریعے غلو پیدا کیا جا رہا ہو تو ایسے حالات میں توحید کے صحیح تصور کی حفاظت کی خاطر بلاشبہ اس اصطلاح کے استعمال سے روکا جائے گا اور اس کو استعمال کرنے والوں پر بدعتی یا گمراہ کا فتویٰ لگانا جائز ہوگا جیسا کہ شیخ العثیمین، علامہ البانی اور شیخ صالح الفوزان رحمہم اللہ وغیرہ کا موقف ہے۔ سلفی علماء کے دو مختلف موقفوں میں ہمیں تطبیق کی یہی صورت نظر آتی ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**



شاعر جماعت حافظ عبدالوحید ربانی کی رحلت

جماعت ومسلک اہل حدیث کے عوامی شاعر حافظ عبدالوحید ربانی ۲۹ جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حافظ صاحب مرحوم نے چک 49/2-L میں بعد نماز مغرب درسِ قرآن ارشاد فرمایا۔ درس کے بعد اپنے گھر تشریف لائے، نماز عشاء پڑھی اور رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کے لیے گھر سے باہر گئے۔ راستے میں حرکت قلب بند ہوجانے سے وفات پا گئے۔ مرحوم تبلیغی ومسلکی کانفرنسوں اور جلسوں میں شاندار نظمیں سنایا کرتے تھے اور بے حد داد وصول کرتے تھے۔ ان کی نماز جنازہ حافظ عبدالوہاب روپڑی نے پڑھائی۔ جنازے میں بے شمار علمائے کرام، اساتذہ وطلبائے مدارسِ دینیہ نے شرکت فرمائی۔ مرحوم نے پس ماندگان میں بیوہ اور ایک بیٹا سوگوار چھوڑے ہیں۔ احباب جماعت سے مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ [عبداللہ یوسف، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث اوکاڑا]

شیخ منظور احمد انتقال کر گئے

شیخ منظور احمد (چیئرمین ایم ای آئی اینڈ اے ایچ گروپ پاکستان) ۲۔ فروری بروز منگل حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم بڑے مخیرّ اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ ویسٹ وڈ کالونی لاہور میں ایک مدرسہ ومسجد اہل حدیث کے انتظام وانصرام میں بھی ان کی دلچسپی تھی۔ سالانہ اہل حدیث کانفرنس اور گاہے گاہے دینی پروگرام بھی کرواتے تھے۔

ان کی نماز جنازہ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے اعلیٰ عہدے داروں سمیت سیکڑوں علمائے کرام اور سماجی شخصیات نے شرکت فرمائی۔

قارئین الاعتصام مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔

[ابوالاحتشام حمزہ طور، گوجراں والا]

تحقیق وتنقید

مروّجہ عید میلاد النبی ﷺ تاریخ کے آئینہ میں

تفضیل احمد ضیغم (فاضل جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ پیغمبر کائنات ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو انہوں نے دین کو ناقص نہیں چھوڑا، بلکہ جو انہیں اللہ بزرگ وبرتر کی جانب سے پیغام ملا، مکمل لوگوں تک پہنچا دیا اور اس پیغام کو لوگوں تک پہنچانا ان کا فرض تھا، اس لیے کہ انہیں اللہ کی جانب سے حکم ملا تھا:

﴿ يَـاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۗ ﴾ [المائدة:٦٧]

''اے (اللہ کے) رسول ﷺ! جو آپ پر آپ کے ربّ کی جانب سے نازل ہوا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیجیے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔''

ہمیں کامل یقین ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیغام الٰہی لوگوں تک پہنچا کے رسالت کا حق ادا کر دیا ہے۔ گویا دین اسلام میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اب اگر ہم دین سے کوئی چیز نکالتے ہیں تو اس میں نقص پیدا کرنے کا جرم ہم پر عائد ہوتا ہے اگر اس میں مزید کوئی چیز داخل کرتے ہیں تو اپنے عمل سے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

" مَنِ ابْتَدَعَ فِی الْاِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا خَانَ الرِّسَالَةَ لِاَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی يَقُوْلُ: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ ﴾

[اصول البدع والسنن، محمد العدوی]

''جس نے دین میں کوئی نیا کام ایجاد کیا اور اسے اچھا سمجھا اس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی، اس لیے کہ اللہ نے فرما دیا ہے: میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر کے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند فرما لیا۔''

معلوم یہ ہوا کہ جتنا دین ہمیں پیارے پیغمبر ﷺ دے گئے ہیں صرف اتنے پر ہی عمل کرنے سے انسان جنت کا حق دار بن جاتا ہے۔ محبت رسول ﷺ کا اظہار بھی اگر کوئی کرنا چاہتا ہے تو اسے بھی خالص اس دین پر عمل کرنا ہوگا۔ اس میں کمی کرے گا تو بھی مجرم ہے، زیادتی کرے گا تو بھی مجرم۔ لیکن ہمارے بعض بھائی لاعلمی کی بنا پر یا لاشعوری طور پر محبت رسول ﷺ میں ایسے کام کر بیٹھتے ہیں، جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے کاموں کا کرنا دین میں زیادتی ہے۔

ان ہی کاموں میں ایک مروّجہ عید میلاد النبی ﷺ کا دن ہے، جسے ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ کو یوں منایا جاتا ہے کہ یکم ربیع الاوّل سے ہی مساجد اور مدارس کے طالب علم الٹی ٹوپیاں اور برتن اٹھائے راستوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنے جانے والوں سے رسول اللہ ﷺ کے میلاد کے لیے ایک ایک دو دو روپیہ مانگتے ہیں۔ پھر ۱۲ ربیع الاوّل کو اس جمع شدہ رقم کا ختم دلایا جاتا ہے، جلوس نکالے جاتے ہیں، اہالیان جلوس پر لوگ پھول اور پھل نچھاور کرتے ہیں، سبیلیں لگتی ہیں، جانوروں کی سہرا بندی کی جاتی ہے۔ منچلے نوجوان دن کے وقت پگڑیاں باندھ کر نقلی داڑھی مونچھیں لگائے گلی محلوں میں باجے اور شہنائیاں بجاتے ہیں۔ جب رات کا اندھیرا پھیلنے لگتا ہے تو سماع کی محفلیں اور ناچ گانے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور روضہ رسول ﷺ کے ماڈل، کھلونے اور پہاڑیوں کی نمائش لگتی ہے جسے مرد اور عورتیں بلا امتیاز دیکھتے ہیں۔ ان خرافات میں لوگ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اس لیے جو ان فضولیات میں حصہ نہ لے لوگ اسے گستاخ رسول ﷺ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے اپنے نبی ﷺ کی پیدائش پر کوئی خوشی نہیں۔

محترم قارئین! اسلام نے خوشی کے دن متعین فرما دیئے ہیں اور غم کے مواقع کی نشان دہی بھی کر دی ہے۔ اسلام کے متعین کردہ خوشی کے دنوں کے علاوہ اگر کوئی مزید دن مقرر کر کے اسے اسلام پہ چسپاں کرتا ہے اور خوشی منانے کے لیے غیر شرعی طریقے اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں بھی جواب دہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا جرم بھی اس پر عائد ہوتا ہے۔ ایسے ہی عید میلاد النبی ﷺ کا دن بھی ایک مخصوص طبقہ نے اپنی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ غور فرمائیے:

رسولِ مکرم ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، نبوت کے بعد ۲۳ مرتبہ ان کی زندگی میں یہ دن آیا، انہوں نے اپنی ولادت کا دن اس طرح نہیں منایا، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے بڑی محبت کرنے والے تھے۔ ۱۰ ہجری کو رسولِ کائنات ﷺ فوت ہوئے تو ۱۱ سے ۱۳ھ تک ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے، دو مرتبہ ان کی زندگی میں یہ دن آیا۔ ۱۳ سے ۲۴ھ تک دس مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ دن آیا۔ ۲۴ سے ۳۵ھ تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں گیارہ مرتبہ یہ دن آیا۔ ۳۵ سے ۴۰ھ تک پانچ مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ دن آیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آخری صحابی ۱۱۰ھ کو فوت ہوئے، اس وقت تک نہ تو کسی صحابی نے یہ دن منایا اور نہ ہی خلفائے راشدین میں سے کسی نے، حالاں کہ وہ ہم سب سے زیادہ نبی ﷺ سے محبت کرنے والے تھے۔

قرآنِ پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر موجود ہے۔ آدم علیہ السلام کی ولادت کا ذکر موجود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا ذکر موجود ہے۔ پھر بھی نبی ﷺ نے کسی کے تذکرہ میلاد کے لیے کوئی تاریخ مقرر فرمائی اور نہ جشن منایا، نہ جھنڈیاں لگائیں اور نہ چراغاں کیا۔ آج ہم سب مل کر نبی ﷺ کے ایک صحابی کی محبت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر واقعی یہ دن کوئی حقیقت رکھتا تو نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

صحابہ کرام کے بعد تابعین کو دیکھیے تو آخری تابعی ۱۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ اس وقت تک میلاد کا کوئی ثبوت نہیں۔ تابعین کے بعد تبع تابعین کا دور آتا ہے جو ۲۲۰ھ میں ختم ہوا۔ اس وقت تک میلاد منانے والا کوئی نہیں تھا۔ بالفرض صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے دور کو ہم چھوڑ دیں کہ مقلد امام کی تقلید کو ضروری سمجھتا ہے تو کیا پھر ائمہ دین نے اس دن کو منایا؟ آیئے دیکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔
امام مالک رحمہ اللہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔
امام شافعی رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے۔
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔

۲۴۱ھ تک بھی میلاد النبی کا نشان تک نہیں ملتا۔ معلوم ہوا کہ اس دن کو نہ تو نبی ﷺ نے منایا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نہ تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ نے اور نہ ہی ائمہ دین نے۔ پھر اس کا آغاز کہاں سے ہوا؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ اس کو شروع کرنے والا کون ہے؟ آیئے تاریخ سے پوچھتے ہیں۔

عید میلاد النبی ﷺ کی تاریخی حیثیت:

میلاد النبی ﷺ کی عید منانے کا آغاز ملک المعظم مظفر الدین کوکبوری نے کیا۔ یہ شخص ۵۸۶ھ میں شہر اربل کا گورنر مقرر ہوا اور ۶۰۴ھ میں اس نے محفل میلاد کا آغاز کیا۔ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے، شاہ اربل مجلس مولود کو ہر سال نہایت شان و شوکت سے مناتا تھا۔ جب اربل شہر کے اردگرد والوں کو خبر ہوئی کہ شاہ اربل نے ایک مجلس قائم کی ہے، جس کو وہ بڑی عقیدت اور شان و شوکت سے انجام دیتا ہے تو بغداد، موصل، جزیرہ سجاوند اور دیگر بلادِ عجم سے گویے، شاعر اور واعظ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے ناچ گانے کے آلات لے کر محرم ہی سے شہر اربل میں آنا شروع ہو جاتے۔ قلعہ کے نزدیک ہی ایک ناچ گھر تیار کیا گیا تھا جس میں کثرت سے قبے اور خیمے تھے۔ شاہ اربل ان خیموں میں آتا، گانا سنتا اور کبھی کبھی مست ہو کر ان گویوں کے ساتھ خود بھی رقص کرتا تھا۔ [تاریخ ابن خلکان، ج:۳، ص:۲۷۴]

جب محفل میلاد کا چرچا ہوا تو کمزور ایمان والے خوشامدی اکٹھے ہو گئے۔ علمائے سوء کا گروہ ہر دور میں موجود رہا۔ اس وقت بھی ایک مشہور عالم دین ابن دحیہ تھا۔ وہ خراسان جا رہا تھا کہ اربل شہر سے گزرا اسے پتا چلا کہ یہاں کے بادشاہ نے ایک مجلس میلاد ایجاد کی ہے جس سے اسے انتہائی رغبت ہے۔ ابن دحیہ نے مال و دولت کے لالچ میں میلاد کی تائید کے لیے ایک رسالہ "التنویر فی مولد السراج المنیر" لکھا۔ پھر بادشاہ تک رسائی حاصل کی اور دربار میں پڑھ کر سنایا، شاہ اربل نے خوش ہو کر ایک ہزار اشرفی

بطور انعام کے دی۔[حسن المقصد فی عمل المولد از امام سیوطی]

گھر کی گواہیاں:

میلاد منانے والا طبقہ خود بھی جانتا ہے کہ اس محفل کا آغاز اسلام میں چھ سو سال بعد ہوا۔ اس کا انہیں اعتراف بھی ہے لیکن پھر بھی سادہ لوح عوام کو دھوکے میں رکھ کر اس محفل کو مقدس عبادت کا نام دے کر پیٹ پوجا کر رہے ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے:

① ......شہنشاہان دنیا میں سب سے پہلے اربل کے بادشاہ نے میلاد شریف منانے کا اہتمام کیا اور وہ بزرگ اور سخی حکمرانوں میں سے تھا۔ شیخ ابن دحیہ نے میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ایک رسالہ ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' لکھ کر بادشاہ کو پیش کیا تو اس نے اسے ایک ہزار دینار انعام دیا۔ ایک شخص ایک دفعہ شاہ اربل کے پاس محفل میلاد کے دسترخوان پر حاضر ہوا تو اس نے بیان کیا کہ اس دسترخوان پر پانچ ہزار بھنے ہوئے بکرے، دس ہزار روسٹ مرغیاں، ایک لاکھ نان، ایک لاکھ کھانے سے بھرے ہوئے مٹی کے پیالے اور تیس ہزار مٹھائی کی طشتریاں تھیں اور بادشاہ ہر سال محفل میلاد پر تیس لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔[منہاج القرآن ستمبر ۱۹۹۱ء، ص:۱۹]

② ...... یہ درست ہے کہ جس بڑے پیمانے پر آج کل عید میلاد النبی منائی جاتی ہے اس طرح صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں نہیں منائی گئی، بلکہ کئی صدیوں تک اس کا نشان نہیں ملتا۔ تاریخی نقطہ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مجالس میلاد یا مجالس ذکر وشغل کی طرف مسلمانوں کی زیادہ تر توجہ اس وقت ہوئی جب ضروریات اسلام سے فراغت پا کر مسلمان اپنی حکومت اور اسلامی ترقیات سے بہرہ ور ہو کر آرام سے زندگی بسر کرنے لگے اور غیر اقوام کے میل جول نے ان کو اس امر کی طرف مجبور کیا کہ جس طرح وہ لوگ اپنے اسلاف کی یادگاریں قائم کرتے ہیں اسی طرح ان کے دوش بدوش مسلمان بھی اسلامی شان وشوکت کا اظہار کریں۔

[ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۱۹۸۹ء، زیر سرپرستی محمد کرم شاہ الازہری]

معلوم ہوا کہ یہ بھائی جانتے ہیں کہ میلاد کا آغاز اسلام میں چھ سو سال بعد ہوا، اس سے قبل اس کا وجود نہیں تھا اور غور فرمائیے ان کے نزدیک مسلمانوں نے میلاد کی جانب توجہ اس وقت دی جب اپنی حکومت اور اسلامی ترقی سے بہرہ ور ہو کر وہ آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ کب مسلمان جہاد کو چھوڑ کے آرام سے زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ اس لیے کہ ترقیات اسلام کا دروازہ تو مسلمان ہمیشہ ہی نوک شمشیر سے کھولتے رہے، انہیں اتنا وقت ہی کب تھا کہ دستۂ شمشیر کو چھوڑ کے ایسی فضولیات میں حصہ لیتے اور کیا اب پاکستان کے مسلمان اسلامی ترقی سے بہرہ ور ہو کے آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں؟ محفل میلاد کے انعقاد میں یہ دلیل ہی باطل ہے، اس لیے کہ جب بھی مسلمان نے جہاد چھوڑ کر یہ سمجھ لیا کہ اسلامی ترقی کر چکا ہے، اب آرام سے ایسی محافل منانی چاہئیں اسی وقت ان کی تباہی کا دور شروع ہو گیا۔

اب ہم میلادی طبقہ کی کتابوں ہی سے پیش کرتے ہیں کہ پاکستان کے شہروں میں میلاد کا آغاز کب ہوا؟

لاہور میں میلاد کا آغاز:

لاہور میں میلاد النبی ﷺ کا جلوس سب سے پہلے ۵ جولائی ۱۹۳۳ء بمطابق ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ کو نکلا۔ یہ جلوس ۱۹۴۰ء تک باقاعدہ نکلتا رہا۔ [روزنامہ کوہستان لاہور عید میلاد ایڈیشن ۲۲ جولائی ۱۹۶۴ء]

راولپنڈی میں میلاد کا آغاز:

راولپنڈی میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کے حوالے سے حکیم محمد ایوب حسن لکھتے ہیں کہ راولپنڈی میں یہ سلسلہ ایک مدت سے جاری ہے۔ اس کی ابتداء اس زمانے میں ہوئی جب پٹی ضلع لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ایمان کے ایڈیٹر مولانا عبدالمجید قریشی نے یہ تحریک شروع کی کہ سارے ملک میں سیرۃ النبی ﷺ کمیٹیاں قائم کی جائیں۔

[کوہستان ۱۹۶۴ء حکیم محمد ایوب حسن کا مضمون راولپنڈی میں میلاد النبیe]

ہندوستان میں اس دن کو میلاد النبی ﷺ کی بجائے ۱۲ وفات کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ چوں کہ وفات کا نام ایسا تھا کہ اس دن ہلڑ بازی اور تماش بینی کی محفلوں کا انعقاد ممکن نہیں تھا اس لیے آہستہ آہستہ اسے عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے تعبیر کر دیا۔ دیکھئے میلادی طبقہ کی مشہور کتاب ''سیرت رسول عربی'' مصنف علامہ نور بخش توکلی، اس میں لکھا ہے:

''بارہ ربیع الاوّل کو عام طور پر بارہ وفات کہا جاتا تھا۔ یہ

حضرت علامہ توکلی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ گورنمنٹ کے گزٹ میں اسے عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے منظور کروایا۔'' [سیرت رسول عربی ﷺ مقدمہ عبدالحکیم اشرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور]

عید میلاد کس دن منائیں؟

عید میلاد النبی ﷺ کو عید ثالث کا نام بھی دیا جاتا ہے۔لیکن عام آدمی بھی جانتا ہے کہ عید کے دن میں اختلاف نہیں ہوتا۔مثلاً عید الفطر یکم شوال کو ہوتی ہے،کبھی کسی نے نہیں کہا کہ اس مرتبہ عید ۵ شوال کو ہوگی یا ۲۸ رمضان کو ہوگی۔ایسے ہی عید الاضحیٰ ۱۰ ذوالحج کو ہوتی ہے،کبھی کسی نے نہیں کہا کہ اس مرتبہ عید الاضحیٰ ۴ یا ۵ ذوالحج کو منائیں گے۔اس لیے کہ ان عیدوں کا اسلام نے ایک دن متعین فرمایا ہے۔شروع اسلام سے لے کر آج تک ان دونوں میں اختلاف نہیں ہوا،اختلاف اس میں ہوتا ہے جسے بعد میں لوگ اپنی طرف سے شروع کر دیں۔جب ہر گروہ اپنا علیحدہ دن مقرر کرے اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وہ دن مقرر نہیں کیا ہوتا یہی حال اس من گھڑت عید میلاد النبی ﷺ کا ہے کہ انسان شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ وہ اگر اسے عید سمجھ لے تو کس دن منائے؟

اب غور فرمایئے ہر گروہ کا علیحدہ دن ہے۔اگر سارے عیدیں منانا شروع کر دیں تو ربیع الاوّل کا مہینہ عیدوں میں ہی گزر جائے۔اس اختلاف کو ہم مختصراً آپ کے سامنے ذکر کرتے ہیں۔

۵ ربیع الاوّل: امیر الدین نے ''سیرت طیبہ'' میں لکھا ہے:

''قولِ مختار یہ ہے کہ پانچ ربیع الاوّل کو آپ پیدا ہوئے۔'' [امیر الدین،سیرت طیبہ،ص:۷۶،مدرسہ تعلیم القرآن نواں شہر ملتان]

۸ ربیع الاوّل: حافظ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ نے لکھا ہے کہ جمہور قول یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاوّل کو آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی۔

[زاد المعاد،ج:۱،ص:۶۸،مترجم رئیس احمد جعفری]

۹ ربیع الاوّل: برصغیر کے اکثر سیرت نگاہوں نے ۹ ربیع الاوّل کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔چند ایک حوالہ جات پیش خدمت ہیں[

❀......ہمارے نبی موسم بہار،دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔[رحمۃ للعالمین قاضی سلیمان منصور پوری،ج:۱،ص:۴۳]

❀......۹ ربیع الاوّل ۵۷۱ء بروز سوموار بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع آفتاب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔

[تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی،حصہ اوّل،ص:۷۲]

❀......عبداللہ کی وفات کے چند مہینوں بعد عین موسم بہار اپریل ۵۷۱ھ،۹ ربیع الاوّل کو عبداللہ کے گھر فرزند تولد ہوا۔بوڑھے اور زخم خوردہ عبدالمطلب پوتے کی پیدائش کی خبر سن کر گھر آئے اور نومولود کو خانہ کعبہ لے جا کر اس کے لیے دعا مانگی۔[تاریخ اسلام معین الدین احمد ندوی،ج:۱،ص:۲۵]

❀......۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹ ربیع الاوّل دوشنبہ کی مبارک صبح کو قدسی آسمان پر جگہ جگہ سرگوشیوں میں مصروف تھے کہ آج دعائے خلیل اور نوید مسیحا مجسم بن کر دنیا میں ظاہر ہوگی۔[محبوب خدا،چوہدری افضل حق،ص:۲۰]

اس طرح ابو الکلام آزاد نے ''رسول رحمت'' ڈاکٹر اسرار احمد نے رسولِ کامل صفحہ ۲۳ اور حفظ الرحمٰن سوہاری نے قصص القرآن جلد ۴ میں ۹ ربیع الاوّل کو پیدائش کا دن ٹھہرایا۔

۱۰ ربیع الاوّل: ماہِ ربیع الاوّل کی دس راتیں گزری تھیں کہ دوشنبہ کے دن رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔

[الطبقات الکبریٰ لابن سعد:۱/۱۰۰،مطبوعہ بیروت]

۱۲ ربیع الاوّل: واقعہ فیل کے پچپن روز بعد ۱۲ ربیع الاوّل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔

[محمود احمد رضوی،دین مصطفیٰ،ص:۸۴]

❀......۱۲ ربیع الاوّل کو حضور ﷺ رونق افروز گیتی ہوئے۔

[ضیاء القرآن پیر کرم شاہ الازہری،ج:۵،ص:۶۶۵]

❀......۱۲ ربیع الاوّل کی صبح صادق کے وقت مکہ مکرمہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔[تبرکات صدر الافاضل،ص:۱۹۹،مرتبہ حسین الدین سواد اعظم لاہور]

۱۷ ربیع الاوّل: شیعہ کے نزدیک نبی ﷺ کی پیدائش کا دن ۱۷ ربیع الاوّل ہے۔چناں چہ سید نجم الحسن کراروی نے اپنی کتاب ''چودہ ستارے'' کے صفحہ ۲۸،۲۹ پر نبی ﷺ کی پیدائش کا دن ۹ ربیع الاوّل ذکر کیا ہے۔

اسی طرح مسعود رضا خا کی نے مضمون ''چودہ معصومین'' میں لکھا ہے کہ فقہ جعفریہ کے علماء کے نزدیک طے شدہ تاریخ ولادت ۱۷ ربیع الاوّل ہے۔[البشر،ماہنامہ لاہور ہادی انسانیت نمبر فروری ۱۹۸۰ء،ص:۵۰]

نقطۂ نظر

قسط ...... (۱)

قادیانی فتنہ کی بیخ کنی ملکی سالمیت کا ناگزیر تقاضا

عطامحمد جنجوعہ

پاکستان نے بیت المقدس کی آزادی اور مقبوضہ عرب علاقے خالی کرنے کے لیے اقوام متحدہ اور غیر جانبدار ممالک کے اجلاس میں متعدد بار مسئلہ اٹھایا۔ صہیونی جارحیت کے خاتمہ کے لیے اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ اور سربراہوں کی کانفرنسیں منعقد کرا کر اتحاد عالم اسلامی کے لیے راہ ہموار کی جو اسرائیل کو ایک آنکھ نہ بھائی۔

اسرائیلی وزیر اعظم نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ لبنان کے مسئلہ سے نمٹ کر عربوں کے ''چوکیدار'' پاکستان سے نمٹ لے گا جب پاکستان نے پرامن مقاصد کے لیے ایٹمی پلانٹ تیار کرنے کا پروگرام بنایا تھا تو اسرائیلی ذرائع ابلاغ نے اسے عربوں کا ''اسلامی بم'' کہہ کر شوروغوغا بلند کیا۔ عراق کے ایٹمی ری ایکٹر پر شب خون مارنے کے بعد اسرائیلی وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ اب ہمارا نشانہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات ہوں گی اور پاکستان کو اسرائیل کا دشمن نمبر ایک کہا گیا۔

اسرائیلی حکومت کے دھمکی آمیز بیان ہمیں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ پاکستان میں داخلی طور پر کون سا گروہ ہے جو اسرائیل کا آلہ کار بنا ہوا ہے، جس کے بل بوتے پر وہ اپنے مذموم عزائم کا برملا اظہار کرتا ہے۔ پاکستان نیشنل کرسچین لیگ کے صدر نے واضح طور پر نشان دہی کردی:

> ''مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار دنیا بھر میں اسرائیل کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں، جن کا ہیڈ کوارٹر تل ابیب ہے۔''

[روزنامہ جنگ، ۲۹/اگست ۱۹۸۲ء]

یہی وجہ ہے کہ مرزائی دنیا کے کسی بھی خطہ میں اپنی خباثتوں کی سزا بھگتتے ہیں تو یہودی ان کی مالی وقانونی معاونت کرتے ہیں۔ جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں مسلمانوں کے خلاف مرزائیوں کے مقدمہ میں یہودی زیادہ سرگرم رہے۔

صہیونی فوج گولیوں کی بوچھاڑ سے معصوم مسلم بچوں کے سینوں کو چھلنی کر رہی ہے اور مقبوضہ علاقوں پر بم برسا کر عرب مسلمانوں کو انخلا پر مجبور کر رہے ہیں۔ وہاں یہودی بستیاں آباد ہو رہی ہیں۔ باؤنڈری لائن پر دیوار تعمیر کر رہے ہیں تاکہ کوئی بے گھر مسلمان اسرائیل نہ آسکے۔ یہودیوں کو مسلمانوں سے حد درجہ بغض وعداوت ہے جب کہ دوسری طرف قادیانیوں کو مراعات دینے کی انتہا ہے۔

آج بھی اسرائیل میں حیفہ (ماؤنٹ کرمل) ایک قصبہ ہے جہاں قادیانیوں کا احمدیہ مشن قائم ہے۔ اس مشن کے تحت مرزا مسجد خانہ، لائبریری بک ڈپو اور سکول موجود ہے۔ یہودی پاکستان کے قادیانی مبلغین کو اپنے ملک میں مذہب کی اشاعت کے لیے دعوت دیتے ہیں۔ اسرائیل حکومت کے سربراہ ان سے خفیہ ملاقاتیں کرتے ہیں۔ پاکستان نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا لیکن حکومت اسرائیل نے پاکستانی قادیانیوں کو فوج میں بھرتی ہونے کی باقاعدہ اجازت دے رکھی ہے۔ ۱۹۷۲ء تک اسرائیل فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل تھے کیا وجہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کا وجود برداشت نہیں کرتے لیکن قادیانیوں کو اپنے سینوں سے لگا رکھا ہے۔

قرونِ اولیٰ میں یہودیوں کو میدان جنگ میں مجاہدین اسلام سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رہی تو انہوں نے اسلام کی اساسی تعلیم میں من گھڑت عقائد کو جنم دے کر ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی سازش کی۔ تاریخ شاہد ہے یہودیوں نے خلافت اسلامیہ کے خلاف داخلی وخارجی سطح پر اٹھنے والی ہر منفی تحریک کا ساتھ دیا تاکہ امت مسلمہ کی سیاسی قوت پر کاری ضرب لگا کر صہیونی حکومت کے لیے راہ ہموار کی جاسکے۔ لیکن یہودیوں کو مطلوبہ مقاصد میں واضح کامیابی نہ ہوئی۔ صہیونی تھنک ٹینک کو قوی یقین ہوگیا کہ ملت اسلامیہ کی وحدت عقیدۂ ختم نبوت سے استوار ہے اور جہادی جذبہ کی بنا پر مسلمانوں میں عظمت

وشوکت زندہ و پائندہ ہے۔ یہودی مسلمانوں سے دونوں بنیادی عقیدوں کو مسخ کرنے کے لیے مارے مارے پھرتے رہے۔ آخر ڈوزائیلی (وزیر ہند) اپنے مشن میں کامیاب ہوگیا جس نے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا۔ مرزا نے جونہی نبوت کا دعویٰ کیا تو ''جہاد حرام ہو چکا ہے'' کا اعلان کردیا۔ علامہ اقبال نے قادیانیوں کے مذموم عقائد اور ناپاک عزائم دیکھ کر فرمایا:

''یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں
گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف مائل ہے۔''

[حرف اقبال از لطیف احمد شیروانی، ص:۱۱۵]

مسلم لیگ نے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر تحریک پاکستان کا آغاز کیا تو قادیانیوں نے مخالفت کی۔ محمد علی جناح کی ان تھک جدوجہد سے کانگرس اور انگریز تقسیم ہند کے فارمولا پر رضا مند ہوگئے۔ آبادی کے تناسب سے پنجاب کے ضلع گورداس پور کا پاکستان میں شامل ہونے کا امکان واضح ہوگیا تو بھارت کو کشمیر تک رسائی کا زمینی راستہ منقطع نظر آیا اور کشمیر کا فطری الحاق پاکستان سے ناگزیر ہوگیا۔ تو قادیانی جماعت نے اپنی طرف سے باؤنڈری کمیشن کو الگ میمورنڈم پیش کیا جس میں مرزائی جماعت کے بانی کے مولد ومرکز قادیان کو ویٹی گن Vati gen city قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس محضر نامہ میں قادیانی جماعت کے جداگانہ مذہب اور آبادی کی تفصیلات درج تھیں۔ تقسیم ہند کے وقت مسلمان 51% اور ہندو 49% تھے۔ جب قادیانی مسلمانوں سے علیحدہ ہوئے تو مسلمان 51% کی بجائے 49% رہ گئے۔ بدقسمتی سے مسلم لیگ کی طرف سے سرظفر اللہ قادیانی نے باؤنڈری کمیشن میں وکالت کے فرائض سرانجام دیئے۔ جس نے منافقانہ کردار ادا کیا۔

اگرچہ کمیشن نے قادیانیوں کا ویٹی گن کا مطالبہ تو تسلیم نہیں کیا البتہ ان کے محضر نامہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمانوں سے خارج کرکے گورداس پور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے دیا۔ اس طرح نہ صرف گورداس پور کا ضلع پاکستان سے کٹ گیا بلکہ بھارت کو ہڑپ کر لینے کا موقع مل گیا۔ مسئلہ کشمیر کے تنازعہ پر بھارت اور پاکستان میں دو دفعہ جنگیں ہو چکی ہیں۔ کشمیری مسلمان آزادی کی جنگ میں ایک لاکھ سے زائد شہید ہو چکے ہیں۔

جب قادیانیوں کو اکھنڈ بھارت کا خواب پورا نظر نہ آیا تو انہوں نے قادیان کو ویٹی گن شہر بنانے کا مطالبہ کیا۔ غالب گمان ہے کہ انگریزوں نے ان کو پاکستان میں ویٹی گن سٹی قائم کرنے کا یقین کرایا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی انجمن نے پاکستان میں ربوہ کی زمین چند ٹکوں میں خرید کر خالص قادیانیوں کو آباد کیا۔ حکومت پاکستان میں قادیانی اثر ورسوخ بڑھانے اور اکھنڈ بھارت کی راہ ہموار کرنے کے لیے سیاسی پالیسی تشکیل دی جس پر وہ آج تک عمل پیرا ہیں۔

پاکستان نظریہ اسلام کی بنا پر معرض وجود میں آیا۔ نظریہ پاکستان کی بقا، اسلام دشمن عناصر کی سرکوبی اور احیاے اسلام میں مضمر ہے۔ اسلام دشمن قادیانیوں پر زندگی کے مختلف شعبوں پر پابندیاں عائد کی جائیں تاکہ پاکستان میں دوسرا اسرائیل بننے سے پیشتر قادیانی ریاست کا ناسور کالعدم ہو جائے۔

مرزائی سینکڑوں کی تعداد مین اسرائیل کی فوج میں باقاعدہ بھرتی ہیں۔ تخریب کاری اور غنڈہ گردی کی جدید تربیت حاصل کرتے ہیں پھر ربوہ کی داخلی حکومت میں اپنے اندر باغیوں کے استیصال اور دشمنوں کی سرکوبی کے لیے دوسروں کو فوجی طرز کی مشقیں کراتے ہیں۔ پاکستان میں حکومت کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک میں گھس کر دہشت گردی کا موجب بنتے ہیں۔ غنڈہ گردی اور قتل وغارت سے ملک میں بدامنی کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ قادیانیت کے مذموم عقائد کو بے نقاب کرنے والے علماء وراہ نماؤں کو اغوا کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ ربوہ میں پاکستان کے بہت سے داخلی قوانین معطل ہیں۔ ربوہ کے گدی نشین کا حکم مرزائیوں میں مقدم حیثیت رکھتا ہے۔

مرزا ناصر کی وفات کے بعد جانشین کا مسئلہ پیدا ہوا تو نوائے وقت کے نمائندہ سے ربوہ میں انسانیت سوز سلوک کیا گیا۔ اس نے اپنی رپورٹ کا عنوان دیا: ''کیا ربوہ کے قصر خلافت میں کوئی ایٹمی پلانٹ تعمیر ہو رہا ہے'' پاکستان میں دوسرا اسرائیل بننے سے پہلے ربوہ میں فوجی چھاؤنی قائم کی جائے تاکہ داخلی وخارجی کارروائیوں پر سختی سے کنٹرول کیا جا سکے۔

راقم کا مقالہ قادیانی فتنہ کی بیخ کنی ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں ۱۹۸۴ء۔۰۱۔۰۶ کو شائع ہوا جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا۔

''پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اس کے باوجود قادیانی اسلامی اصطلاحات وشعائر کا لبادہ اوڑھ کر ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے نابلد لوگ ان کے مکر وفریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ قانونی طور پر ان پر پابندی عائد کی جائے کہ وہ اسلامی اصطلاحات وشعائر کو استعمال کرنا بند کریں۔

❀......مرزا غلام احمد قادیانی کے نام کے ساتھ علیہ السلام، مرزا کی بیوی کو امّ المومنین اور مرزا کے زمانے کے پیروکاروں کو رضی اللہ پکارنا یا لکھنا مذہب اسلام کی توہین ہے۔

❀......خلیفہ کا اطلاق مسلمانوں کے دینی ودنیوی راہ نما پر ہوتا ہے۔ پھر قادیانیوں کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ مرزا کے گدی نشینوں کو خلیفہ کے لقب سے پکاریں۔

❀...... دنیا میں مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کے نام اور ہیئت وشکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جن میں سے کسی کا نام لینے یا شکل دیکھنے سے فوراً سمجھ آجاتی ہے کہ یہ کس مذہب کی عبادت گاہ ہے۔ مسجد کا نام لینے یا عمارت دیکھنے سے پختہ خیال قائم ہوجاتا ہے کہ یہ مذہب اسلام کی عبادت گاہ ہے۔ قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کی طرز پر تعمیر کرنا اور اسے مسجد کے نام سے پکارنا دجل وفریب ہے۔ قادیانیوں کو عبادت گاہ کی ہیئت تبدیل کرنے پر مجبور کیا جائے۔ مزید برآں عبادت گاہوں کو مسجد کی بجائے کسی اور نام سے پکاریں چاہے مرزا خانہ رکھیں یا کوئی اور۔

مجلس میں تحفظ ختم نبوت کی منظّم وفعال تحریک کے نتیجہ میں صدر پاکستان نے ۲۷/اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ کیا کہ اگر کسی قادیانی نے اسلامی اصطلاحات کو استعمال کیا تو وہ تین سال کی سزا اور جرمانے کا مستوجب ہوگا۔

اس کے بعد پاکستان میں قادیانی کافی حد تک محتاط ہوگئے۔ لیکن جن علاقوں میں بااثر قادیانی ہیں وہ بول چال میں مرزا قادیانی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اسلامی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں اور عبادت گاہوں کو مسجد کی طرز پر تعمیر کرنے سے باز نہیں آرہے۔ مثلاً کنری سندھ میں سردار کالونی اور بنی سر میں قادیانیوں نے مسجد کی طرز پر اپنی عبادت گاہ کی تعمیر شروع کی۔ الحمد للہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے احباب کے بروقت اقدام پر اس کام میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں کو آئین کا پابند بنائے تاکہ ملک کے امن وامان میں خلل پیدا نہ ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۃ بقرہ آیت ۲۶۵ ﴿کمثل جنۃ بربوۃ﴾ میں اہل ایمان کے صدقات وخیرات کے اجر وثواب کو تمثیلی پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔

دوسرے مقام سورۃ المومنون آیت نمبر ۵۰ میں بھی تذکرہ ہے:

''ہم نے ابن مریم اور اُس کی والدہ کو ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کو بلند صاف قرار والی اور جاری پانی والی جگہ (ربوۃ) میں پناہ دی۔ چوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود کو ابن مریم ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ چناں چہ قادیانیوں نے آیت مذکورہ میں رعایت لفظی کی مناسبت سے ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے کنارے زمین خرید کر اس کا نام ربوہ رکھا۔ اس کو اپنا بین الاقوامی ہیڈ کوارٹر بنالیا۔ قادیانی پس ماندہ ممالک کے نومسلموں میں ربوہ کی فضیلت قرآن حکیم کی آیت مذکورہ سے کرتے ہیں۔ قادیانی چوں کہ اہل ایمان کی صف سے خارج ہیں اس لیے انہیں ربوہ کی رعایت لفظی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا حق نہیں پہنچتا۔ چناں چہ ربوہ نام فوری طور پر تبدیل کیا جائے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ ایم پی اے کی قانون وآئینی جدوجہد سے حکومت نے ۱۹۹۲ء میں ربوہ کا نام تبدیل کرکے چناب نگر رکھ دیا۔ جس طرح لائل پور کا متبادل نام فیصل آباد عوام میں مقبول ہوا اس طرح چناب نگر زبان زد عام نہ ہوسکا۔ بس کنڈیکٹر اور سواریاں پرانا سٹاپ کو ربوہ کہتے ہیں۔ مسلم کالونی کے سٹاپ کو چناب نگر کہتے ہیں۔ اس کا ازالہ اور سدباب ضروری ہے۔

حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا لیکن انہوں نے اس فیصلہ کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ کیوں کہ وہ یورپ، افریقہ وامریکہ میں جا کر خود کو ہی اسلام کا حقیقی نمائندہ ثابت کرتے

ہیں۔اس طرح ربوہ کا نام سرکاری طور پر تبدیل ہو گیا لیکن مرزائی اس پر عمل کرنے سے گریز کررہے ہیں۔

۵ نومبر ۲۰۰۲ء کا روزنامہ ''الفضل'' میرے سامنے ہے۔ کہاں سے شائع ہوا چناب نگر یا ربوہ کہیں درج نہیں۔ البتہ آخری صفحہ ۸ پر پرائیویٹ قسم کے اشتہار میں واضح طور پر گول بازار ربوہ ہی لکھا ہوا ہے۔ البتہ فیسکو واپڈا کی کھلی کچہری میں چناب نگر (ربوہ) درج ہے۔ قانونی طور پر قادیانیوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ چناب نگر لکھا کریں۔

صدر انجمن احمدیہ نے ربوہ کی ۱۰۳۴ ایکڑ اراضی دس روپے فی ایکڑ کے حساب سے سو سال کے لیے ٹھیکہ پر لی۔ جس نے سوا چھ پیسے فی مرلہ لے کر مہنگے داموں اس کا قبضہ اپنے پیروکاروں کو منتقل کیا۔ جنہوں نے زر کثیر خرچ کر کے مکانات تعمیر کیے لیکن قانونی طور پر اس اراضی کا مالک بدستور صدر انجمن احمدیہ ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانونی چارہ جوئی کر کے سکنی اراضی کے تمام مکینوں کو انفرادی طور پر مالکانہ حقوق دلائے تا کہ وہ اپنی جائیداد مرضی سے خرید وفروخت کر سکیں اور وہ بے دخلی کے خوف سے نکل کر اسلام کا مطالعہ کر سکیں۔

مزید برآں آئینی ماہرین سے صلاح مشورہ کر کے چناب نگر (ربوہ) کی زرعی اراضی پر انجمن احمدیہ کا ٹھیکہ منسوخ کرنے کے لیے قانونی چارہ جوئی کی جائے۔

امت مسلمہ کو مرزائیوں کی خالص آبادی سے ہٹ کر دریائے چناب کے کنارے پر مسلم کالونی تعمیر کرنے کی اجازت ملی ہے۔ چوں کہ درمیان میں پہاڑی حائل ہے۔ اس لیے ربوہ کو کھلا شہر کی حیثیت حاصل نہیں ہو سکی۔ چناں چہ ربوہ کی پرانی آبادی میں مسلمانوں کو مساجد اور مکانات تعمیر کرنے کا قانونی جواز ملنا چاہیے چوں کہ ربوہ کے شمال مغرب میں زرعی میدانی علاقہ ہے۔ وہاں مسلم کالونیاں تعمیر کرنے کی اجازت حاصل کی جائے جن کے ذریعہ معاش کے لیے کارخانے فیکٹریاں قائم کی جائیں اور تحصیل لیول کے تمام تر دفاتر یہاں منتقل کیے جائیں تا کہ چناب نگر (ربوہ) حقیقی معنوں میں آزادانہ نقل و حرکت کرنے والا کھلا شہر بن سکے۔ [جاری ہے]



ہیں ٹھوکریں بھی تجھے تلخیٔ کرم آمیز
اگر نہیں ہیں ترے حوصلے زمانہ ستیز
تمام تر ہیں یہ تاریخ کے سیاہ ورق
شکوہِ ہٹلر و چنگیز ، عشرتِ پرویز
نسیم صبح یہ کہتی ہوئی گزر ہی گئی
سمند شوق کو موجِ نفس بھی ہے مہمیز
چلے ہیں غم کے مٹانے کو سوئے میخانہ
یہ خود کشی کے ارادے یہ زندگی سے گریز
بہت دنوں سے ہے ویران بزمِ وجد و سماع
نہ قونیہ کا وہ عالم نہ رونقِ تبریز
ابھی تو عمرِ رواں ساتھ دے رہی ہے ترا
قدم بڑھائے چلا جا ابھی کچھ اور بھی تیز
صدائیں آج بھی آتی ہیں طاقِ کسریٰ سے
ورق ورق ہے مری زندگی کا عبرت خیز
کوئی کرنے نہ مری دل کی دھڑکنوں کا علاج
مرے لیے ہیں یہی نغمہ ہائے دل آویز
تری نگاہ نے کچھ سوز کردیا پیدا
مرا فسانہ الفت نہ تھا اثر انگیز
وہ قدس ہو کہ حرم ، مصر ہو کہ پاکستان
کہاں نہیں ہے زمانہ میں فتنۂ انگریز
فقیر ہو کہ شہنشاہ ، خانقاہ کہ قصر
مرو بہ پیش کسے ، آبروئے خویش مریز

[ماہرالقادری]